بُدھا

اور اُس کا

مت

مصنّفہ

مسٹر سٹراس

مترجمہ

شیو نراین شمیم لاہوری

سنہ ۱۹۲۵ء

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ موتی رام مینیجر چھپا

قیمت مطالعہ

گذارشِ مترجم

بدھ دھرم پر یورپ اور امریکہ سے کثرت سے کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ ہندوستان میں بھی کئی زبانوں میں اس دھرم پر رسالے لکھے گئے ہیں۔ حال میں ایک امریکن بدھسٹ مسٹر سٹراس نامی نے ایک مختصر کتاب اس دھرم پر انگریزی میں تصنیف کی ہے۔ دریا کو کوزہ میں گویا بند کیا ہے۔ مجھے ایک محترم دوست نے ارشاد کیا کہ میں اُسے اُردو کا جامہ پہناؤں۔ مجھے یہ کام موجب راحت تھا بسر و چشم میں نے قبول کیا۔ مصنف سے جو ان دنوں سوزرلینڈ میں ہیں اجازت حاصل کی گئی۔ اب ترجمہ پبلک کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اُردو دان ناظرین بعض الفاظ گوش آشنا نہ پائیں گے۔ اسے میری کمی استعداد سمجھئے یا اُردو کی کم بضاعتی یا کوتاہ دامنی سمجھئے مجھے کہیں کہیں ہندی الفاظ سے کام لینا پڑا ہے۔ واضح ہو کہ بدھ دھرم ہندوستان سے مفقود ہو گیا تھا۔ اب

پھر اُس کا چرچا شروع ہُوا ہے۔ چند سالوں سے بدھ بھگوان کی
برسی ہندوستان کے کئی شہروں میں منائی جانے لگی ہے۔ مہاتما
گاندھی کے پایہ کے بزرگوار سر سن کرن نائر جیسے عالی رتبہ اصحاب
ان موقعوں پر صدر ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں مذہبوں کے
عقائد میں تلاطم شروع ہو گیا ہے۔ جملہ مذاہب مصروف تبلیغ ہیں
مترجم کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ اُردو دان پبلک اس دھرم
کے موٹے موٹے اصولوں سے آگاہ ہو جاویں۔ ذیل کی سطور میں
اس دھرم کی حالت موجودہ کا نقشہ مختصر الفاظ میں کھینچا گیا ہے:۔

صوبہ بہار میں جو کسی زمانہ میں مگدھ کے نام سے مشہور تھا۔ ایک
زبان پالی بولی جاتی تھی۔ بُدھ مت کی کتابیں سنسکرت اور پالی میں
لکھی گئیں تھیں۔ اُس وقت سنسکرت دان تو کثرت سے موجود ہیں
مگر پالی جاننے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ یورپ کے عالم پالی
زبان سیکھتے ہیں۔ اور اپنی زبانوں میں بُدھ مت کی پالی کی کتابیں
ترجمہ کر رہے ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی نے پالی کی تعلیم کے لئے امداد
دی ہے۔

اس مت کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرنا دلچسپی سے
خالی نہ ہوگا۔ کچھ تو اس میں خوبی ہوگی۔ جس نے اپنا تسلط چین جاپان۔
کوریا جنوبی روس وغیرہ وغیرہ میں جمایا۔ کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں۔
کہ کس طرح ایسے مت نے اتنے دلوں کو تسخیر کیا۔ جس میں نہ وحی نہ الہام
نہ پیر۔ نہ پیغمبر۔ نہ فرشتے نہ شیطان۔ نہ بہشت نہ دوزخ۔ نہ کوئی خوف
نہ کوئی دلاویز امید۔ نہ دعا کا اثر نہ کسی کی سفارش پر بھروسہ ہے نجات
کا مدار اپنی سعی پر ہے۔ اس سے پچاس سال پہلے اتنا بھی ہم کو معلوم
نہ تھا۔ کہ دنیا میں بدھ مت کے ماننے والے دیگر مذاہب کے
ماننے والوں سے زیادہ شمار میں ہیں۔ کسی کسی کو معلوم تھا۔ کہ اس مت
کا بانی ہندوستان میں پیدا ہوا تھا۔ اس پچاس سال میں اس مت
کے متعلق معلومات کو بہت وسعت ہوئی ہے۔ لیکن اس کا اپنی
جنم بھومی سے غائب ہو جانا ہنوز ایک تاریخی معما ہے۔ جو آئندہ
کبھی حل ہو جاوے گا۔

دین ہوسوی کے ابتدا کا زمانہ تو تحقیق سے تعین نہیں کیا جا
سکتا۔ مگر دین عیسوی اور دین محمدی بدھ مت کے بعد ہنئی ہیں

آئے ہیں۔ ان ہر دو بعد کے مذہبوں نے کروڑوں کی تعداد سے پیرو بنائے ہیں۔ ہندو دھرم پر اس مت کے بعض باقیماندہ اثر پائے جاتے ہیں جو بظاہر نمایاں نہیں مگر تاریخی تحقیقات سے دریافت ہوتی ہیں۔ یہ امر مخفی نہیں کہ دُنیا کے جملہ مذاہب ابتدائی سادگی اور پاکیزگی کی حالت میں نہیں رہے۔ ہر ایک مذہب میں فرقے بن گئے ہیں اُنکے فلسفوں۔ عقائد۔ اور رسوم میں اختلاف موجود ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ فروعات کی تعبیروں نے اصلی اصول ایسے دھندلے کر دئے ہیں۔ کہ اصلی مذہب محض برائے نام باقی رہگیا ہے بُدھ مت بھی اس کلیہ کا مستثنیٰ نہیں رہا۔

واضح ہو کہ سائنس سے بلا ارادہ مذہبی عقائد پر اثر عظیم پڑا ہے حتیٰ کہ مستحکم ایمان بھی قدرے جنبش کھا گئے ہیں۔ آفات سماوی اور ارضی کے وجوہات سائنس بتلا رہا ہے۔ قہر الٰہی کا یقین لغزش کھاتا جاتا ہے۔ دعاؤں کے بجائے انسدادی تدابیر سوچی جاتی ہیں الہامی کتابوں کو تحقیقات جدید کے مطابق کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اوہام باطل کو سائنس نے صدمہ عظیم پہنچایا ہے۔ تحکمانہ اور تقلیدی مذہب کا زور روز بروز گھٹ رہا ہے!! آیا بُدھ مت ہندوستان میں

گذشتہ آب و تاب کے ساتھ پھر تازہ ہوگا۔ اور دُنیا کے دیگر مذاہب کو برطرف کر کے فروغ پائیگا۔ ایسے سوال ہیں جن پر کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی تجربہ خود فیصلہ کر دے گا۔ اس میں شک نہیں کہ اس مت کے مقابلہ میں کئی زبردست مذہب موجود ہیں۔ تاہم ہر ایک مذہب محک امتحان پر ہے۔ نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔

بُدھ مت کے اصولوں کی دریافت کا اشتیاق روز افزوں بڑھ رہا ہے۔ جرمنی۔ فرانس سے بہت سے ترجمے شائع ہو رہے ہیں۔ انگریز عالم بھی نثر و نظم میں اس کی بانی کی سوانح عمری اور تعلیم حوالۂ قلم کر رہے ہیں۔ امریکہ بھی اس کے چرچے سے خالی نہیں۔ چنانچہ کیلیفورنیا میں ۲۶ بودھی مندر ہیں۔ اور آٹھ ہزار نفوس اس مت کے پیرو بن گئے ہیں۔ انگلینڈ میں بھی بودھی سوسائٹی کام کر رہی ہے۔ جاپان بھی مشنری بھیجنے لگا ہے۔ خود ہندوستان میں ایک دھارا کلکتہ میں بن گیا ہے۔ ایک دھارا کی سارناتھ میں بنیاد پڑ چکی ہے۔ مدراس اور بمبئی میں مہا بودھی سوسائٹیاں قائم ہوگئیں ہیں۔ ایک مسلم شاعر نے سارناتھ پر ایک عمدہ نظم شائع کی ہے۔ بھوپال کے ایک مسلم مضمون نگار نے اس

مت کے اصول رسالہ" زمانہ" میں بتلائے ہیں۔ دکن کے ایک مسلم نے بڑا آصف و بلوہر کے نام سے بدھ کی حکایت عربی سے ترجمہ کرکے اُردو میں شائع کی ہے۔ سٹیج پر بھی گوتم بُدھ آگیا ہے۔ اُردو میں مختصر سوانح عمریاں اُس کی شائع ہوئی ہیں۔ مہاراجہ بڑودہ نے سر بازار اس کا بت نصب کیا ہے۔ مالابار میں ایک وکیل اور ایک پروفیسر اس کا پرچار کر رہے ہیں۔ ہندو اس کو مثل جین مت اور سکھ پنتھ کے اپنی ایک شاخ تصور کرنے لگے ہیں۔ اسلامیہ کالج پشاور نے نہایت احتیاط سے کھنڈرات کے دریافت شدہ ریزے الماریوں میں سجا دئے ہیں۔ بھوپال کی بیگم صاحبہ نے سانچی ٹوپ کی مرمت کرا کر اس کی سیر کے لئے ڈاک بنگلہ بنا دیا ہے۔ واسلئے حیدر آباد دکن نے محکمہ آثار قدیمہ قائم کر دیا ہے۔ اور الورا اور اجنٹا کے غار محفوظ کر دیئے ہیں۔ اور انکی سیر کے لئے سفر اور قیام کی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کے دریافتوں اور انکشافوں نے دنیا کی توجہ اس مت کی جانب مبذول کر دی ہے۔ عجائب خانے اشتیاق کے محرک ہیں۔ تاریخی تجسس اور تفحص رک نہیں سکتا۔ پرانی قلمی کتابیں۔

کتبے۔ سکے۔ مجسمے۔ عمارات کے بقیے اور انواع و اقسام کے اشیائی جو زمین سے برآمد ہوئی ہیں۔ سمند شوق کو تازیانہ لگا رہے ہیں طبیعت انسانی فطرتاً ایسی ہے۔ کہ اُس پر پنہاں اثر ہو کر دماغ کے کسی گوشہ میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ گو اس کا احساس فوراً نہیں ہوتا۔ باوجود پائمالی سرکوبی۔ تحکم۔ اور تعصب کے حق کے رمق زائل نہیں ہوتی۔ کبھی نہ کبھی تاریکی کے پردہ میں سے نکل آتی ہے۔ ہندوستان میں صدیوں سے بودھ مت کے بانی اور اُس کی تعلیم کی نسبت اتنی تاریکی تھی کہ گویا کبھی اس ملک میں اس کا چرچا ہی نہ تھا۔ اب حیرت سے سُنا جاویگا۔ کہ کیا کیا دریافت ہُوا ہے ۔

(۱)۔ شہر کپل وستو جو مہاتما کا زاد بوم تھا دریافت ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ تالاب اور درختوں کا کنج بھی تعین ہو گیا ہے۔ جہاں مہاتما نے دنیا کی روشنی دیکھی تھی کپل وستو کے کھنڈرات کئی میلوں میں نیپال کی ترائی میں موجود ہیں۔ وہاں جانیکے لئے راستہ بھی درست ہو رہا ہے۔ ایک سنگین کتبہ بھی نکلا ہے۔ جو اشوک نے نصب کیا تھا۔ اُس کی عبارت بھی قابل اطمینان ترجمہ ہو گئی ہے ۔

(۲)۔ وہ مقام بھی مل گیا ہے۔ جہاں پیپل کے تلے مہاتما نے سمادھی لگائی اور اُن کو عرفان حاصل ہُوا تھا۔ کسی زمانہ میں ان کی شان میں یہاں ایک عظیم الشان مندر بنا تھا۔ جو عرصہ تک مدفون رہا۔ وہ بھی برآمد ہو گیا ہے۔ جو صنعت کے لحاظ سے واقعی قابل دید ہے۔ یہ مقام گیا جی سے چار میل پر ہے۔ اسے بودھ گیا کہتے ہیں۔ قدیم پیپل کا بچہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ جس کی ایک شاخ لنکا پہنچائی گئی تھی۔ وہاں وہ شاخ اب بڑا بھاری پیپل بن گیا ہے۔ اور دُنیا بھر کے درختوں سے عُمر میں بڑا ہے۔ اسے اشوک کے شہزادہ اور شہزادی نے وہاں نصب کیا تھا۔

(۳)۔ وہ مقام بھی معلوم ہو گیا ہے جسے کتابوں میں سارناتھ لکھا تھا۔ کئی سال وہاں کھُدائی ہُوئی عجیب عجیب چیزیں برآمد ہُوئی ہیں وہاں ایک بڑا بھاری اشوک کا بنایا ہُوا اسٹوپا بھی موجود ہے محکمہ آثار قدیمہ نے اس جگہ ایک عجائب خانہ بنوا دیا ہے۔ یہاں پر ایک وہارے کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ اور ایک کالج بننے کی تجویز در پیش ہے۔ اس مقام کو رشی پتانا سنسکرت میں اور پالی میں اشی پتانا کہا جاتا ہے۔

(۴)۔ بُدھ کے پری نروان کی جگہ بھی تعین ہو گئی ہے یعنی کُسن آرا

(ضلع گورکھپور) جہاں اُنہوں نے کالبد خاکی چھوڑا تھا ۔

(۵) ۔ کتابوں میں ذکر ہے ۔ کہ اُن کے پھول بانٹے گئے تھے ۔ اور مندروں میں محفوظ ہوئے تھے اسی قسم کے عظیم الشان مندروں کے کھنڈر نکلے ہیں ۔ کہیں کہیں سے تو پھول بھی نکلے ہیں چنانچہ پشاور کے نواح سے انکی ایک صندوقچی دریافت ہوئی جو برہما کے مندر کو دیدی گئی ہے ۔

(۶) ۔ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بھگوان بُدھ تاریخی ذات تھی ۔ نہ کہ محض فسانہ جو بعض پادری کسی زمانہ میں کہا کرتے تھے ۔

(۷) ۔ محکمہ آثار قدیمہ نے ہندوستان میں جا بجا کھُدوائی کی ہے اب معلوم ہو رہا ہے ۔ کہ ہندوستان کا کوئی حصہ بودھی عبادت خانوں سے خالی نہ تھا ۔ مہاتما کی سوانح عمری نہ صرف کتابوں میں مذکور ہے ۔ بلکہ دریافت سے معلوم ہو رہا ہے ۔ کہ چٹانوں مناروں ستونوں اور مندروں کی عمارتوں کے حاشیوں پر سوانح کندہ ہیں ۔ انگریزی اور اردو میں "بدھ کی کہانی پتھروں کی زبانی" لاہور کے عجائب خانہ سے ملتی ہے ۔ اگر چینی سیاحوں کے سفرنامے نہ ملتے اگر کلہن کی تاریخ کشمیر دستیاب نہ ہوتی اگر لنکا کی تاریخ

مہابنس ہاتھ نہ آتی۔ اگر لارڈ کرزن محکمہ آثار قدیمہ قایم نہ کرتا۔ اگر یورپین محقق تحقیقات نہ کرتے۔ اگر چین کے شاہی کتب خانے اور تبت کے مندروں کی لائبریریاں ملاحظہ نہ کی جاتیں۔ تو جتنی چیزیں نکلی ہیں۔ دھرتی کے پیٹ میں ہی رہتیں اگر سر آرل سٹین وسط ایشیا میں کھدائی نہ کرتا تو سب چیزیں ریت میں دبی رہتیں۔ اگر آرنلڈ کے دل کو چوٹ نہ لگتی۔ تولائٹ آف ایشیا نہ لکھی جاتی نہ اس کے پڑھنے سے کئی یورپین بودھی مت میں داخل ہوتے۔ ابھی کیا معلوم ہے۔ کہ افغانستان۔ بلوچستان۔ ایران۔ عراق۔ فلسطین سے کیا کیا نکلیگا بعض اہل الرائے مبتصر یہاں تک کہنے لگے ہیں۔ کہ بودھ مت امریکہ کی نودریافت سے قبل اس ملک میں موجود تھا۔ جو اشیاء امریکہ میں نکلی ہیں وہاں کے عجائب خانوں میں رکھ دی گئی ہیں۔ اگر جاوا میں بودھی مندر زمین سے نہ نکلتے تو کون جانتا کہ بودھی بھکشو وہاں بھی مندر بنا چکے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے عظیم الشان کہ جن کا ثانی دنیا میں موجود نہیں ؛

بدھ مت کی بنیاد الہام پر نہیں۔ اس کی تعلیم عام فہم ہے۔ اسکا فلسفہ قدرے اور فلسفوں سے مختلف اور عمیق ہے۔ سائنس کے

یورش کا اس کو کوئی خطرہ نہیں۔ جن جن ملکوں میں یہ مت پہنچا ہے وہاں اس نے تہذیب پھیلائی ہے۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہندوستان سے باہر گوشت خواری کو موقوف کر سکا۔ یا وہاں کی مقامی پرستش کے جملہ طریقے برطرف کر سکا۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں حیوانی غذا کا استعمال اس کی بدولت بہت کم ہو گیا۔ ہندوؤں کے طبائع جنگجوئی سے ہٹ کر رحمدلی کی جانب رجوع لائیں۔ غلامی کی رسم کو اس نے بہت زوال پہنچایا۔ اس کی تعلیم سے بے زبان حیوانوں کی قربانیاں کم ہو گئیں۔ انتقام کے بجائے عفو کی تلقین ہوئی۔ اخلاقی اصولوں کو ترتیب ملی۔

اس مت نے حدودِ ہند سے باہر قدم رکھا اور ہر بنی نوع انسان کو بشارت دی۔ اس کا کلمہ عقل۔ دھرم اور جماعت ہے۔ یعنی بدھا دھرما۔ سنگھا کیا یہ امر صحیح ہے کہ سائنس کے حقائق نے ایمانوں کو ہلا دیا ہے کیا فی الواقع اب مذہب کی بنیاد علم اور فطرت پر ہونی ضروری ہو گئی ہے۔

نواب محسن الملک دنیا کی موجودہ مذہبی حالت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ وہ الہامی باتوں پر اعتقاد دن بدن کم ہوتا جاتا ہے تحکمانہ اور تقلیدی مذہب

کا نور روز بروز گھٹ رہا ہے۔ مذہبی مسائل کے لئے علم کی سند مانگی جاتی ہے کوئی چیز سوائے تحقیق کے مقدس اور پاک نہیں مانی جاتی یا دلیل اور ثبوت کے بغیر کسی بات کی سچائی دل میں نہیں بیٹھتی ہے۔ اب اسے کوئی بُرا سمجھے یا اس پر افسوس کرے یا چند قطرے آنسو کے بہائے۔ مگر زمانہ تحقیق اور علم کا ہے اور اُس کا اثر روز بروز مذہب پر پڑتا جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے حالات سے جن کو واقفیت ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مذہبی عقائد سے بہت کچھ انحراف ہو گیا ہے۔۔۔ جو مذہب کے نادان دوست ہیں۔ وہ صرف افسوس کرنے پر قانع ہیں۔ مگر جو لوگ مذہب کے عاقلانہ حمایت کرنے والے ہیں وہ مذہب کی بنیاد علم و فطرت پر قائم اور دینی عقائد کو علم و فطرت کے مطابق ثابت کرنے میں کوشش کرتے ہیں"

(تہذیب الاخلاق سلسلہ جدید) جلد دوئم صفحہ ۶ — ۷

سوال یہ ہے کہ فی الواقعہ عقلی مذہب کی مانگ ہے۔ اگر مانگ ہے تو تلاش ضرور ہوگی۔ جب تلاش ہوگی تو بمصداق جوئندہ یابندہ بُدہ دہرم اس ضرورت کو غالباً پورا کریگا۔

رشنو نرائن شبنم۔ کیبل وشنو لاہور

جولائی۔ ۱۹۲۵ء

مصنّف کا حال بقول خود

مسٹر سٹراس مصنف کتاب موسوم "بُدھا اور اُس کا مت" جسکو ہم نے اُردو جامہ پہنایا ہے نیویارک کے رہنے والے ہیں ۱۹۰۷ء میں وہ شہر کلمبو (سیلون) میں تشریف لائے تھے وہاں اُنہوں نے ایک لکچر دیا تھا اثنائے لکچر میں وہ اپنے بودھ مت اختیار کرنے کے متعلق اِس طرح فرماتے ہیں:-

"۱۸۹۶ء میں میں آشوب چشم میں مبتلا تھا میری آنکھوں پر برف رکھی جاتی تھی خود پڑھ نہیں سکتا تھا ایک دوست نے میری درخواست پر مجھے آرنلڈ کی لائٹ اوف ایشیا سنائی جس سے میرے دل پر بہت اثر پڑا میرا اشتیاق بڑھتا گیا دوسرے سال جب میری آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ میں مہابودھی سوسائٹی کا ممبر بن گیا۔ یہ سوسائٹی زیر سرپرستی مسٹر انگریکا دھرم پال قائم ہوئی تھی اُن کے ساتھ میری

خط و کتابت ہوتی رہی۔ چکاگو میں جب مذاہب کی پارلیمنٹ ہوئی تو میں علانیہ اس دھرم میں داخل ہوا اور مسٹر دھرم پال کے ہاتھ سے "پان سل" کی رسم ادا ہوئی۔ میرے تبدیل مذہب کرنے نے ہل چل مچادی میرے اقربا مجھے دیوانہ سمجھنے لگے یورپ کے ملکوں میں تار چلے گئے۔ اخباروں میں نکتہ چینی ہونے لگی انکے نمائندے میرے اردگرد جمع ہوگئے ہیں اس تبدیل مذہب سے ایک لحظہ بھی آج تک پشیمان نہیں ہوا بلکہ میرا اعتقاد روز بروز مستحکم ہوتا جاتا ہے مدت سے میری آرزو سیلون دیکھنے کی تھی جو پوری ہوئی"

(مہا بودھی جرنل ۱۹۰۷ء جنوری۔ مارچ صفحہ ۱۵)

دیباچہ مُصنّف

بُدھا اور اُس کے مت کا عام فہم اور مختصر بیان اس کتاب کا مقصد ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر کتاب کے احاطہ میں تمام مضمون جامع طور سے نہیں آ سکتا یہ کتاب بعض غلطیوں اور تعصبوں کے جو بُدھ مت کے متعلق رائج ہیں تردید کریگی۔ یہ غلطیاں اُن اصحاب نے پھیلادی ہیں جو یا تو خود اصلی مت سے واقف نہیں یا کوئی مطلب براری مدنظر رکھتے ہیں۔

قدیم بُدھ مت اصلی حالت میں اس وقت کہیں موجود نہیں اپنے زادبوم سے بوجہ برہمنوں کی مخالفت اور محمدیوں تصدیعہ کے مفقود ہوگیا ہے اور جن ملکوں میں وہ داخل ہوا وہاں کے مقامی مذہب کے بعض حصے اُس میں داخل ہو گئے ہیں جن سے وہ کم و بیش آلودہ ہوگیا ہے۔ اس مت کی اصلی کیفیت دریافت کرنیکے لئے تپیٹکا کا جو سب سے پورانی کتاب بزبان پالی دستیاب ہے (

مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اس مجموعہ کو جملہ علما قابل اعتبار تصور کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس مجموعہ کے ذریعہ ہمکو اصلی مت پہنچا ہے حتیٰ کہ بعض عبارتوں میں ہمکو بدھا کے اپنے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کا مقصد بدھا کے مت کو عام فہم طرز میں بیان کرنا ہے۔ اس لئے تتپکا کے اقتباس جو "منقول" کی علامتوں سے دکھلائے گئے ہیں اس کتاب کے ساتھ منسلک نہیں کئے گئے دراصل وہ صحیح ترجمے ہیں جو کتب ہائے مصنفہ پروفیسر رس ڈیوڈس اولڈنبرگ۔ نیومن۔ ہارڈی۔ پسچل۔ سیدن ٹکر وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

اس سے قبل بودھ مت کا حال بین الاقوامی زبان آڈو میں شائع کیا گیا تھا۔ کتاب ہذا اُس کا ترجمہ تو نہیں مگر اسی کی بناء پر لکھی گئی ہے۔ البتہ سمجھنے کے سہولت کی نظر سے کہیں کہیں زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔

بابِ اوّل

بُدھا کی زندگی کے حالات

بُدھا قریب ۵۶۰ سال قبل مسیح پیدا ہُوا تھا۔

لفظ بُدھا اسم معرفہ نہیں۔ مثل لفظ مسیحا یا کرائیسٹ کے جو یسوع کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے یہ لفظ ایک لقب ہے جس کے معنے بیدار روشن ضمیر کے ہیں۔

اُس کا ذاتی نام سدھارتھ تھا اُس کا خاندانی نام گوتم تھا۔ وہ ساکھیا قوم سے تھا۔ اُس کے ہمعصر اُس کو گوتم کے نام سے پُکارتے تھے اُس کے پیرو اُس کو بُدھا کہتے تھے۔ وہ اپنے تئیں عام طور سے "تتھاگت" کہا کرتا تھا جس کے لغوی معنے "مثل روندگان" ہیں لیکن عموماً اس لفظ کا ترجمہ "شخصِ کامل" کیا جاتا ہے۔

پورے حالات بُدھا کی زندگی کے موجود نہیں کیونکہ پیروں نے زیادہ تر اُس کے مت کی پرواہ کی ہے لیکن مجموعہ متذکرہ دیباچہ میں کئی باتیں اُس کی زندگی کے متعلق موجود ہیں جن سے ایک خاصی اچھی گو مختصر سوانح عمری مرتب ہو سکتی ہے۔

پس یہ تحقیق ہے کہ بُدھا کا وجود تھا اور ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ کب اور کہاں رہا۔ بودھوں کی کتب مُقدس کے پورانے اذکار کی تائید نہ صرف ہمعصر کتابوں بلکہ مخالفین کی کُتب سے بھی ہوتی ہے۔ علاوہ بریں بہت پورانی تحریریں جو چٹانوں اور ستونوں پر کندہ ہوئیں تھیں موجود ہیں جن کی اصلی ہونے میں شک نہیں ہو سکتا اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بُدھا در اصل ہُوا ہے اور ان میں اُس کی بعض ضروری تعلیمیں بھی درج ہیں۔

عین ہندوستان اور نیپال کی درمیانی سرحد پر چند سال ہُوئے کہ ایک ستون برآمد ہُوا جو شہنشاہ اشوک نے تیسری صدی قبل مسیح نصب کرایا تھا اس پر بحروف و بزبان رائج الوقت ذیل کے الفاظ کھدے ہُوئے ہیں:۔

"یہاں ساکھیوں کا بُدھی مان پیدا ہُوا تھا"
اس جگہ کے نزدیک ایک ٹیلہ بھی ملا جس کی صورت جھاڑ جھنکاڑ
نے قدرتی پہاڑی کی سی بنادی تھی یہ اینٹوں کا بنا ہُوا تھا جب اُسکا
امتحان کیا گیا تو اس میں سے ایک پتھر کا ظرف نِکلا جس میں کئی بلّور کے
گلدان مِلے اِن میں پتوں اور سوستکا کی شکل کے سونے کے زیور
چھوٹے چھوٹے رکھے ہُوئے تھے اور جس میں جلی ہُوئی ہڈیاں اور
راکھ بھی موجود تھی۔ اِن گلدانوں میں سے ایک نہایت خوبصورت
گلدان پر الفاظِ ذیل کندہ تھے۔

"یہ ظرف و الاشان بُدھا کے تبرکات کے لئے ساکھیوں
برادران و ہمشیرگان اور اُن کے پسران اور بیوؤں نے
حُسنِ عقیدت سے نذر کیا ہے"

یہ ساری چیزیں۔ پتھر کا ظرف بلوری گلدان۔ زیورات ہڈیاں
اور راکھ اب کلکتہ میوزیم میں موجود ہیں جہاں راقم سطور نے دیکھے
ہیں۔ اس انکشاف سے بودھی کتابوں کی تائید ہوتی ہے جن میں مذکور
ہے کہ بُدھا جلایا گیا اور اس کے پھول آٹھ حصوں میں تقسیم

ہوئے۔ جن میں سے ایک حصہ ساکھیاوں کو ملا تھا۔ اُنہوں نے ان تبرکات کے محفوظ کرنیکے لئے ایک یادگار نصب کی ہے دیگر حصہ لینے والوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک یادگار مدراس کے قریب جنوبی ہند میں دریافت ہوئی ہے اور ایک اور بھی ایسی یادگار پشاور کے قریب شمالی مغربی ہند میں ملی ہے یقیناً بُدھا سورج یعنی مہر کا کوئی فرضی نمونہ نہ تھا جیسا کہ بعض یورپین علماء اپنی رائے کے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ ایک انسان تھا اور بطور ایک انسان کے لیکن غیر معمولی بلند پایہ عظیم الشان انسان کے نہ کہ بطور دیوتا یا آپ دیوتا کے اُسکی حرمت بودھی ملکوں میں ہوتی ہے۔

بودھا ایک درختوں کے جھُنڈ لمبینی نام میں پیدا ہوا تھا جو ساکھیوں دارالسلطنت شہر کپل دستھو کے قریب ہے اُس کے پتا کا نام سُدودنا تھا اس کی ماتا کا نام مایا تھا جو اُس کی پیدائش کے سات دن بعد انتقال کر گئی بجائے اُس کی ماسی نے جو اُس کے پتا کی دوسری استری تھی اس کو تعلیم دی تھی جو بعدہٗ سنگھا کے

گروہ اناث کی پہلی ممبر بنی تھی۔ جوانی میں بُدھا شاہی خاندان کے فرزند کے طور پر نازونعم میں پلا اُس کی شادی ایک ہمسایہ قوم کی شہزادی یسودرا سے ہوئی اُس کے بطن سے ایک لڑکا راہولا پیدا ہُوا جو بعد میں طریقت میں داخل ہُوا لیکن اُسے کوئی ممتاز درجہ حاصل نہ ہُوا۔ اس سے صداقت اُن کتب کی ہوتی ہے جو ہم تک پہنچی ہیں

تذکروں میں ذکر آیا ہے کہ بُدھا شہر کے قریب ایک رمنا کے سیر کے لئے چار مرتبہ گیا تو اُسے وہاں پہلے ایک ناتوان ضعیف العمر شخص نظر پڑا پھر اُس نے ایک بیمار دیکھا پھر اُس نے ایک نعش دیکھی پھر ایک تارک الدُنیا اُس کی نگاہ پڑا۔ پہلے تین باتوں نے انسان کے اندوہناک تقدیر کی طرف اُس کی توجہ مبذول کی اور آخر الذکر واقعہ سے اُسے معلوم ہوا کہ کیسے مسرت اور امان اُس شخص کو حاصل ہُوئی ہے جس نے دنیا کی نمود بے بود کو ترک کر دیا ہے۔

محلات کے عشرت اور جشنوں سے اُس کی طبیعت کو نفرت ہونے لگی۔ اُس نے ارادہ کر لیا کہ وہ سب کچھ بیوی اور بچہ سمیت ترک کرے تاکہ دُکھ کی ابتدا دریافت کرنے میں اپنے تئیں ممت

کرے اور یہ کہ کس طرح سے دُکھ کی جڑ ایسی کاٹے کہ پھر انسانی تجربہ میں نہ
آوے اس کے لئے اُس کو ایکانت اور شانتی کی ضرورت تھی جو
اُس کو شاہی نواحوں میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی لہذا وہ ایک شب
کو اپنے ہمراہ صرف ایک معتبر ملازم لیکر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس
ملازم کو اُس نے اپنے کنبے کو پیغام پوچھانے کے لئے واپس
کر دیا۔ اس ارادی جلاوطنی کو "مہان تیاگ" کہا جاتا ہے (ترکِ عظیم)
اس وقت اُس کی عمر ۲۹ سال کی تھی۔
پہلے وہ ایک نامور اُستاد کے پاس گیا اُس کا طریق سیکھا الا
اُس کی اطمینان نہیں ہوئی پھر وہ ایک اور کے پاس گیا وہی نتیجہ ہوا
غالب ہے کہ یہ دونوں استاد جن کے نام معلوم نہیں سانکھ
اور یوگ کے ماننے والے ہونگے کیونکہ بدھا کے مت میں جس کی
اُس نے بعد میں اشاعت کی ان فلسفوں کی قدرے مشابہتیں
معلوم ہوتی ہیں۔ ان اُستادوں کو وہ چھوڑ گیا اور ارادہ کر لیا کہ گوشہ
تنہائی میں بیٹھ کر بالاتریں علم کی آرزو کرے۔ یہی رسم ہندوستان میں
زمانہ قدیم میں تھی اور اب بھی یہ ہی دستور ہے۔ تب بھی عام

یقین تھا کہ نور باطن سخت نفس کُشی سے حاصل ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ پانچ اور زاہد تھے جن پر وہ بوجہ قوت ارادہ اور سرگرمی کے ایسی فوقیت لے گیا تھا کہ اُسے وہ اپنا رہنما سمجھنے لگ گئے۔

تذکروں میں مذکور ہے کہ وہ اس حد تک پہنچا تھا کہ یومیہ ایک چاول پر جیتا تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ بجائے خرد اعلیٰ حاصل کرنے کے اس نے اپنے تن کو اس قدر ناتوان کر دیا کہ ایک روز غش کھا کر بیہوش ہو گیا ایک گلہ بان کی عورت نے جو پاس سے گذرتی تھی اُس کو دُودھ پلایا تب اُس کو ہوش آیا۔ تب وہ سمجھا کہ وہ غلط راستہ پر تھا اُس نے کافی مقدار میں باقاعدہ غذا لینی شروع کر دی اور نفس کُشی کی مشقتیں چھوڑ دیں۔ اس پر پانچوں زاہد اُسے مرتد سمجھ کر چھوڑ گئے۔ وہ تنہا رہ گیا لیکن اُس کا حوصلہ پست نہ ہُوا۔

اُن سوالوں پر جن کے حل کرنے کا اُس نے عزم کیا ہُوا تھا تعمق سے غور کرتا رہا ایک شب اُسکو دفعتہً یہ تحقیق ہُوا کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا ہے اُس نے "چار صداقت ہائے گرامی" دریافت کیں جن کی بنیاد پر اُس نے اپنا مت قائم کیا جسے بدھ ازم

کہتے ہیں۔ اس کشف سے وہ بُدھا ہو گیا یعنے بیدار اب اسکو گھر
بار چھوڑے ۶ یا ۷ سال گذرے تھے گویا اُس وقت اُن کی عمر ۳۵
سال کی تھی اُس کا تجسس اور متواتر ناکامیابیوں کے تذکرے
قدرتی معلوم ہوتے ہیں اگر اُس کو دیوتا ظاہر کرنیکا منشا ہوتا تو یہ
بیان مختلف ہوتے۔ پورانی کتابوں کے قابل اعتبار ہونے کا یہ
لاجواب ثبوت ہے۔

روایت ہے کہ یہ کشف بیساکھ کی پورنماشی کو ہوا تھا جو ہمارے
ماہ اپریل کے دوسرے وسط اور مئی کے پہلے وسط کے مطابق
ہوتا ہے۔

اس وجہ سے سب پورنماشیوں خصوصاً اُس ماہ کی پورنماشی
کو بودھی مُلکوں میں تیوہار کے طور پر منایا جاتا ہے۔

جنہوں نے کبھی سرزمین درمیان خطوط سرطان و جدی
منطقہ حارہ دیکھی ہی نہیں وہ پورنماشی کی رات کی شان و شوکت
کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں ان کی کیفیت ہی انسان کو طوعاً و کرہاً
رو بفلک کر دیتی ہے۔ اور طبیعت کا رجحان متانت کی جانب

ہوجاتا ہے وہ مقام جہاں بُدھا کو کشف حاصل ہوا اُس وقت بُدھ
گیا کہلاتا ہے۔ اس جگہ شہنشاہ اشوک نے ایک مندر بنوایا تھا
جو زمین سے نکالا گیا اور جو چند سال ہوئے ہیں بحال کیا گیا ہے
اس مندر کے قریب ایک درخت پیپل جسے علمی اصطلاح
میں Ficus religiosa کہتے ہیں موجود ہے۔
کہا جاتا ہے کہ موجودہ درخت بجنسہ وہی درخت ہے جسکے
تلے بیٹھ کر بدھا کو کشف ہوا تھا مگر بوجوہات چند اس میں شک
کیا جاتا ہے۔

دو سال بعد اصلی درخت کی ایک شاخ سیلون کے اُس وقت
کے دارالخلافہ انورادپور میں اشوک کے بیٹے مہندرا اور اس کی
دختر سنگتا نے جو سنگھا کی ممبر بن گئی تھی لگائی تھی انکو اشوک نے
پرچار کے لئے بھیجا تھا، چنانچہ وہ کامیاب ہوئے سیلون کے راجہ
نے مع اپنے خاندان کے بُدھ مت اختیار کیا اور بہت سے باشندگان
ملک بھی بودھی ہو گئے۔ یہاں پر نیز برما اور سیام میں بدھ ازم نسبتاً
اصلی حالت میں محفوظ رہا ہے۔

اُس شاخ کا جو سنگمتا نے وہاں لگائی تھی اب ایک بڑا درخت ہو گیا ہے جس کی طول طویل شاخوں کو بلیوں کے سہارے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔ دو ہزار برس سے اس کی احتیاط سے نگہبانی ہوتی رہی ہے اور اس واسطے اب وہ دنیا کے سب تاریخی درختوں سے پُرانا ہے۔ راقم سطور نے یہ دونوں درخت ایک تو دہ گیا والا دوسرا انوراد پورا والا دیکھے ہیں اُسے اقبال کرنا پڑتا ہے کہ اُنکے دیکھنے سے اُسکی طبیعت پر گہری دلگدازی پیدا ہوئی۔

اب ہم بُدھا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ خاموش رہا اور نُنجات کی راحت کا لطف لیتا رہا جیسا کہ حکایت ہے۔ غالباً وہ اپنے سلسلہ پر تعمق سے غور کرتا رہا اور اُس کی تفصیلوں کو اُس نے سوچ لیا تاکہ اُن کا اعلان عام کرے۔

تذکروں میں آیا ہے کہ شروع میں اس کو اعلان عام کرنے میں تامل تھا کہ شاید عوام الناس جو مختلف عقاید رکھتے تھے۔

نوٹ مترجم۔ مترجم نے بھی دونوں درخت دیکھے ہیں اُس کی طبیعت پر بھی یہی اثر ہُوا تھا۔

اُس کے مت کو نہ سمجھ سکیں مگر پھر اس خیال سے کہ کوئی تو سمجھیگا اُس کا تامل رفع ہو گیا اور وہ نکل کھڑا ہُوا اور اُس نے یوں صلائے عام شروع کیا۔

"اُمر کا دروازہ سب کے واسطے کھُل گیا ہے جو
گوش ہوش رکھتا ہے آئے اور سُنے"

اُس زمانہ میں ہندوستان اعلیٰ عروج تہذیب پر تھا۔ تجارت اور حرفت رونق پر تھیں ہم کئی امیر تاجروں اور دستکاروں کے حال کتابوں میں پڑھتے ہیں اعلیٰ جماعتیں اُمراء اور برہمن تھے۔ ملک میں کئی سلطنتیں تھیں سب سے بڑی سلطنتیں ماگدہ اور کوشالا کی تھیں۔ جن کے راجے بم بسارا اور پاسندی بُدھا کے سرگرم حامی بنگئے اور بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہوتی تھیں مثلاً ساکھیوں کی ریاست جہاں کا بُدھا تھا چند جمہوری جماعتیں بھی ہوتی تھیں اور بعض آزاد بلدے (شہر) بھی ہوتے تھے جہاں اُمرا سر برآوردہ ہوتے تھے۔

برہمن پروہت ہوتے تھے لیکن اُس زمانہ تک اُمرا کا درجہ اول تھا اور برہمنوں کو وہ منزلت حاصل نہیں ہوئی تھی جو بعد میں اُنکو

حاصل ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ خوش اور فارغ تھے اور ہم کوئی تذکرہ سوشل بےچینی کا نہیں پاتے۔ حتیٰ کہ لڑائیوں کا اثر لوگوں پر نسبتاً کم ہوتا تھا۔ مزدور اپنے کام میں مصروف رہتا تھا اور کسان اپنے کھیت کاشت کرتا تھا۔ صرف رؤسا اور اُن کی تنخواہ خور سپاہی (ذات) لڑتے تھے۔ دھرمک اور فلسفی کے سوالات میں بہت دلچسپی لی جاتی تھی ہر قسم کے مسئلوں پر قیاس دوڑائے جاتے تھے مگر ہر شخص کو سب معاملوں سے زیادہ جستجو اس امر کی تھی کہ انسان کے ساتھ موت کے بعد کیا بنتی ہے چونکہ ضمیر کی آزادی اور مذہبی بُردباری جہانتک اُس کی رواداری کا امکان ہے موجود تھیں مروجہ مذاہب پر بھی سخت نکتہ چینی ہوتی تھی۔ مثل یونان کے ہر پیرایہ کے فلسفی کے فرقے موجود تھے :-

مادہ پرست جو کتب مقدس کی سند سے منکر تھے ویدوں کے پیرو فیلسوف جو پھسلنے پہلیاں اور موشگاف کہلاتے تھے قسمت کے قائل جو یہ تعلیم دیتے تھے کہ ہر امر کو تقدیر نے پہلے ہی تجویز کردیا ہے اس لئے نیک و بد کی کوئی اہمیت نہیں۔ شکی جو ہر امر پر شبہ کرتے

مباحثے ہوا کرتے تھے بابت تدبیر اور تقدیر کے۔ روح کی ہستی۔ اور
اُسکے تسلسل کے۔ نیز نسبت خدا کے کہ آیا وہ شخصیت رکھتا ہے
یا نہیں۔

بعض پانی سے پوتّر ہونے کا مضحکہ اُڑاتے تھے جیسے اکثر
لوگ موثر سمجھتے تھے مگر بقول انکے اگر پانی سے کوئی پوتّر ہو جاتا ہے
تو مچھلیاں اور مینڈک سب سے زیادہ متبرک ہونی چاہیئے۔

رمتے اپدیشک اپنے شش ہمراہ لئے جابجا گھومتے پھرتے
تھے۔ محفلیں ہوتی تھیں جن میں بحثیں ہوا کرتی تھیں اور سب قسم
کے لوگ سننے آتے تھے۔ ان سب باتوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ
ذہنی زندگی میں گرمجوشی رہتی تھی اور جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان
کی آب و ہوا سے قوائے عقلیہ مفلوج ہو جاتے ہیں غلطی پر ہیں۔

ہندوستان کی مندرجہ بالا حالت تھی جب بدھ نے پرچار شروع
کیا اُسے اُنہیں پانچ زاہدوں کا خیال آیا جن کے سنگ وہ شروع
میں رہا تھا اور جو اُسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان دنوں میں وہ
اشی پتانا (رشی پتانا سنسکرت) کے مرگ رنا Deer Park میں

مفہیم تھے اُسی طرف بُدھا روانہ ہُوا۔

اُنہوں نے جب اُسے اپنی طرف آتے دیکھا تو پہلے اُنہوں نے صلاح کی کہ اس کو رام رام نہ کہیں نہ اس کی طرف رسمی توجہ کریں اُسے وہ مرتد سمجھتے تھے لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھا وہ اپنی صلاح کو قائم نہ رکھ سکے۔ اُنہوں نے اُسے پاس بٹھلایا اور اُسے پاؤں دھونے کو پانی دیا۔ازاں بعد بدھا نے پہلے تقریر کی جو ہمارے پاس غالباً اُسی کے اپنے لفظوں میں محفوظ ہے۔کیونکہ یہی اُس کے مت کی بنیادی توضیح تصور کی جاتی ہے۔ پہلے ان زاہدوں میں سے کُندن اُس کا مرید ہوگیا پھر باقی کے بھی اُسکے مرید بن گئے۔

اس مقام پر جہاں بقول کتب "راستی کا چرخ چکر میں ڈالا گیا" اشوک نے ایک عظیم الشان یادگار نصب کرائی تھی جو راقم سطور نے دیکھی ہے (مترجم نے بھی دیکھی ہے) تھوڑے عرصہ بعد اور بھی اُسکے مرید بن گئے اور اُن کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔ بُدھا نے اُنہیں فرداً فرداً روانہ کیا کہ اُس کے مت کا اعلان کریں اس موقعہ پر اُس نے ذیل کے مشہور الفاظ استعمال کئے:-

"او بھکشکئو جاؤ تم اور گھومو بہتوں کے نفع کے لئے
بہتوں کی بہبودی کے لئے بہ نظرِ رحم دیوتاؤں اور
انسانوں کے فائدے بھلائی اور فلاح کے لئے۔
او بھکشکئو شاندار مت کی تشہیر کرو۔ متبرک۔ کامل اور
پاک زندگی کی وعظ کرو"

ہر چند کہ مت کا ایسا ذہن نشین کرنا کہ اوروں کو بخوبی سمجھا سکیں آسان نہیں۔ مگر شاگردان اولیں کے لئے یہ ممکن تھا کیونکہ وہ تقریباً سب تعلیمیافتہ جماعتوں سے اور اکثر ان میں برہمن اور مروجہ فلسفوں کے سلسلوں سے آگاہ تھے۔

مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ بدھا کے پیرو انہیں جماعتوں سے تھے بلکہ برعکس اسکے بلاتمیز ذات یا جماعت کے اُس نے ہر کہ ومہ کو وعظ سنایا تھا۔ یہ ایک جدت تھی۔ اُس زمانہ میں یہ بالکل نئی بات تھی تب جیسا کہ اب بھی ہے مروجہ مذہب برہمنی کو ادنیٰ ترین ذاتوں میں سے مرید بنانے کی پرواہ نہ تھی جنکا کام تو محض اطاعت کرنا تھا لہذا بہت دلیری درکار تھی کیونکہ ذاتوں

کی تفریق قانون ملک تھا جیسا کہ اب بھی ہے) اور وید کی تعلیم ان دنوں (جو برہمنوں کی مقدس کتب تھیں) ادنے ترین ذاتوں کو سکھانا ممنوع تھا۔

ایک دلگداز حکایت ایک نیچ ذات کی بابت یوں ہے کہ یہ شخص مندروں کے کملائے ہوئے پھول اُٹھاتا تھا اُسے ہر کوئی دُر دُر کرتا اور اُس سے نفرت کرتا تھا اُس نے ایک روز بُدھا کو وعظ کرتے سُنا بُدھا نے انتر گیان سے سمجھا کہ یہ شخص سنگھا میں داخل ہونے کے قابل ہے اُس شخص کو مسرت ہوئی اور تعجب ہوا جب بُدھا نے اُسے خطاب کر کے کہا "آجا اے بھکشو" ان الفاظ سے وہ داخل سنگھا ہو کر دیگر ممبروں کا ہم پایہ ہو گیا۔

دوسری حکایت اس بارہ میں یہ ہے کہ :۔

ایک روز آنند نے جو بُدھا کا سر برآوردہ شاگرد تھا۔ ایک لڑکی سے جو پانی کھینچ رہی تھی ذرا سا پانی مانگا۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ ذات کی قواعد کے مطابق جس برتن کو اُس کا ہاتھ چھو گیا ہے وہ جوٹھا سمجھا جاتا ہے اور اس میں سے اونچی ذات کا پانی نہیں

پی سکتا۔ وہ بولی۔

"میں آپ کو پانی نہیں دے سکتی میں نیچ ذات کی ہوں"

اس پر انند نے جواب دیا میں نے تجھ سے تیری ذات نہیں پوچھی تھی۔ میں نے تو پانی مانگا تھا"

بدھا نے اپنی تقریروں میں ہندوستان کی مقدس کتابوں کی زبان (یعنی سنسکرت) استعمال نہیں کی بلکہ وہ مگدہ دیس کی بولی میں بولتا تھا (یعنی پالی جس میں بدھ ازم کے سب سے قدیم نوشتے تحریر ہوئے تھے یہ بولی سنسکرت سے بہت ملتی جلتی ہے)

ایک مرتبہ اس نے کہا۔

"ہر شخص اپنی زبان میں مت سیکھ سکتا ہے"

اس نے برہمنوں کی طرح مت کے ضروری حصے خاص الخاص شاگردوں کے لئے علیحدہ نہیں رکھے تھے بلکہ ہر ایک بات اس نے عوام کے سامنے کر کے سکھائی تھی لہذا بدھ ازم پہلا تبلیغی (مشنری) مذہب ہے۔

یہاں میں ایک حکایت بودھی کتابوں سے لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح بُدہا نے لوگوں کے دلوں کو تسخیر کیا۔

ایک نوجوان عورت کسا گوتمی کا ایک ہی بچہ تھا وہ مر گیا فرط غم میں اُسے یقین نہ آتا تھا کہ بچہ مر گیا ہے۔ اپنے سب واقفوں کے پاس دوا کے لئے گئی آخر کسی نے اُسے بتلایا کہ بُدہا ہی اُسکو دوا بتلا سکتا ہے۔ وہ اُس کے پاس پہنچی بُدہا نے دیکھا کہ صرف الفاظ ہی اُس کو تسکین خاطر نہیں دے سکتے اُس نے کہا کہ جاؤ کسی گھر سے ایک مٹھی بھر سرسوں لے آؤ جہاں کوئی نہ مرا ہو۔ وہ خوشی سے گئی۔ سمجھی تھی کہ اُسے معمولی دوا آسانی سے مل جاویگی جہاں جاتی اور یہ شرط بتلاتی دنیادار بلا استثنا کہتے:۔

"تو کیا سوچتی ہے زندہ تو کم ہیں مرے ہوئے بہت زیادہ ہیں"

آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اس کا رنج و غم استثنا نہیں بلکہ یہ ہی صورت سب انسانوں کے ساتھ ہے یعنی دُکھ سارے سنسار میں موجود ہے اُس کا غم رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا طبیعت کو سکون آتا گیا اُس نے بچہ کو داہ دیا اور بودہی طریقت میں داخل ہو گئی۔

دم واپسیں تک پینتالیس سال بڈھانے وعظ کی۔ جا بجا پھرتا
رہا اکثر اوقات بہت سے اس کے شاگرد اسکے ہمراہ ہوا کرتے تھے
اپنے طریقت کے قواعد کے مطابق وہ قبل از دوپہر ایک مرتبہ
کھانا کھاتا تھا اور لوگوں کے گھروں سے بھیک مانگ کر روٹی کھاتا تھا۔
راجاؤں۔ رئیسوں۔ برہمنوں۔ سوداگروں۔ مزدوروں۔ القصہ
ہر جماعت کے مردوں عورتوں کو اس نے اپنا پیرو بنایا بعض اسکی
سنگھا میں داخل ہو گئے بعض سنگھا کے محسن و مربی بن گئے۔

وہ اپنی تقریر سامعین کی استعداد کے مطابق قابل فہم کرتا تھا
تذکروں میں آیا ہے کہ وہ تمثیلوں سے کام لیتا تھا لیکن احتیاط
سے استعاروں اور اصلی معنوں میں تمیز کرتا تھا۔

مرنے سے تھوڑی دیر پہلے اسکے ایک پیرو لوہار چندا نامی نے
اسے کھمبیں (mushroom) کھلائیں جن میں غالباً کوئی زہریلی
کھمب بھی ہوگی۔ وہ بیمار ہو گیا۔ اس پر بھی اپنے میزبان کی دلجوئی
کی نظر سے اس نے کہا کہ اس کا کوئی قصور نہیں بلکہ یہ اسکی نیکی ہے
کہ اس نے اسے آخری کھانا کھلایا۔ اسی سال (۸۰) کی عمر میں قریب

۴۸۰ سنہ ق م اُس نے انتقال کیا۔ حال کی تحقیقات کے حساب کی
رُو سے ۳ سال کی غلطی ایک جانب یا دوسری جانب پڑتی ہے۔
اس میں شک نہیں کہ سال وفات مابین ۴۸۳ سنہ اور ۴۷۷ سنہ کے آتا ہے
مسٹر فلیٹ کی تازہ ترین تحقیقات کے مطابق سال وفات
۴۸۳ سنہ ہوتا ہے بلکہ وہ تاریخ وفات ۱۳ اکتوبر قائم کرتا ہے یہ بھی
قدرے مشتبہ ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ ہنوز دیگر ذرائع سے تائید ہونے
تک انتظار کیا جاوے۔
سیلون کے بدھ مت والے بموجب اپنی تاریخ مہاونس کے سال وفات
۵۴۳ (یا ۵۴۴) ق م قائم کرتے ہیں۔ ہمارا سال ۱۹۲۲ سنہ ء اُس کے
حساب کے رو سے سال ۲۴۶۵ کے مطابق آتا ہے۔ مرنے وقت
بدھا نے اپنے حاضرین شاگردوں کو اپنے مت کے موٹے موٹے
اصول دوہرائے تھے جب اُس سے سوال کیا گیا کہ اُس کے بعد
سنگھا کا کون خلیفہ یا امام ہوگا تو اُس نے جواب دیا کہ طریقت کے
قواعد اور مت کی تعلیم اُن کے لئے ہادی ہونگے۔ اور جب آنند
اُسکے پیارے شاگرد نے سوال کیا کہ وہ اُس کے مرنے کے

بعد کس طور سے اُس کا احترام کریں تو بُدّھا نے کہا۔

"مجھے کسی احترام کی حاجت نہیں میرے جو شاگرد ہمیشہ مت کے مطابق رہینگے اور بہ لحاظ کمال کے حصول میں کوشاں رہینگے وہ میرے بہترین عزت کرینگے"۔

اُس کے آخری الفاظ یہ تھے:۔

"سب مرکب چیزیں چندروزہ ہیں اپنی نجات[1] کے لئے لگاتار کام کئے جاؤ"

بُدّھا کا انتقال کُسن آرا میں ہُوا جو اُس کے زاد بوم سے دُور نہیں اُس کو شاہی تزک وشان سے جلایا گیا۔ میں ذکر کر آیا ہوں کہ اُس کے پھُول آٹھ حصوں میں تقسیم ہُوئے تھے اور وہ بطور تبرکات گنبدی شکل کی یادگاروں میں محفوظ کئے گئے تھے۔ بُدّھا کی

---

[1] نوٹ لفظ نجات کا ترجمہ مخلصی بھی ہو سکتا ہے۔ دراصل بودھوں کے خیال کے مطابق نجات کے معنی ہوسوں اور بندھنوں سے آزاد ہونا ہے نہ کہ بقول برہمنوں کے آتما کا برہم کے ساتھ وصال یا بقول مسیحی مذہب کے آسمان میں حیات جاوید۔

اس مختصر سوانح عمری میں ضروری واقعات کا ہی ذکر ہو سکتا ہے۔ لیکن لاریب یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دنیا کے بڑے سے بڑے آدمیوں میں سے ایک تھا۔ اس کا داب اس کے ہمعصروں پر عمیق تھا اور ہمیشہ نیکی کے واسطے۔ وہ اس کی نسبت کہتے تھے کہ

"وہ رہتا ہے جیسا وہ کہتا ہے
وہ کہتا ہے جیسا وہ رہتا ہے"

جتنا اس کا رحم تھا اور دکھیا سنسار کے ساتھ اس کی ہمدردی تھی اسی درجہ کی اس کی کسر نفسی تھی۔

جب ہم اس کے شاگردوں کے کوائف پڑھتے ہیں تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ کس عشق و تپاک سے وہ اس کے ساتھ وابستہ و پیوستہ تھے۔ سب کی تمنا تھی کہ وہ ہر لحظہ اسی کے گرد و پیش رہیں لیکن ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ جو شاگرد اس سے دور تھے ان کی تسکین خاطر کے لئے وہ کہا کرتا تھا۔

"جو میرے مت کے مطابق رہتا ہے وہ میرے قریب ہے"

پس کیا تعجب کی بات ہے کہ اُس کے بعد صدیوں کے عرصہ میں اُس کی زندگی کے حالات کے متعلق کئی فسانے بنائے گئے بالخصوص اُن ممالک میں جہاں اُس کا مت بعد میں پھیلا۔

قاعدہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے ناموروں اور پیروں کی ستایش کرتے کرتے اُن کو عرش بریں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ہم بودھی فسانوں کا یہاں ذکر نہیں کر سکتے گو بعض ان میں سے نہایت دلاویز اور شاعرانہ ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ہم اپنے مطلب سے دور کھیچ جاتے ہیں۔

اس دن تک بُدھا کی مورتی کے آگے پھول چڑھائے جاتے ہیں نہ کہ بطور بھینٹ کے جو دیوتاؤں کی حضور میں پیش کیجاتی ہیں بلکہ ایسے شخص کی تکریم و تعظیم کے اظہار کے لئے جو دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے خردمند گذرا ہے اور جس نے دنیا کو ایسا مت بخشا ہے کہ جتنی اُس کی حرمت کی جاوے کم ہے۔

پھول چڑھانے کے موقعہ پر ایک جملہ بولا جاتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔

وہ عظیم الشان مُرشد پورا روشن ضمیر۔ علم و عمل میں کامل ذات بابرکات جگتوں کا واقفِ حال۔ بے نظیر گمراہ بنی نوع انسان کا رہنما

انسانوں اور دیوتوں کا گورو ہے یعنی بُدھا ہے۔

نوٹ مترجم۔ اصلی الفاظ بزبان پالی یہ ہیں جس کے مقابل میں ہم نے لغوی معنے درج کر دئے ہیں۔

اتی پیسو۔ اے

بھگوا۔ مولیٰ

ارہم۔ ذات پاک

سما سم بودہو۔ کامل روشن ضمیر

وجیاچرنا
سم پانو
} علوم، اخلاق اور تربیت میں کامل

سوگاتو۔ سلیقہ میں اعلیٰ۔

لوگ ودیا۔انوتارو۔آخری علم تک پہنچا ہوا۔

پری اسمادہما
سرا تھی
} گاڑی بان جو انسانوں کو لیجاتا ہے

ستھادیوامنوسا نام۔ انسانوں اور دیوتاؤں کا معلم۔

بدھو بھگوا۔ بُدھ بھگوان۔

باب دوم

مت

بودھی اپنے مذہب کو دہما کہتے ہیں (سنسکرت دھرما) اس لفظ کے گوناگوں ترجمے ہوئے ہیں۔

مت۔ قانون۔ قاعدہ۔ مذہب۔ حقیقت۔ نظام عالم

بودھوں کی نگاہ میں سب کچھ جو ہم ان الفاظ سے سمجھتے ہیں لفظ مذکور میں آجاتا ہے۔ فی التحقیقت جملہ خیالات بالا اس لفظ میں جمع ہیں۔

اصلی بدھ ازم کی بابت ہمارا علم بیان شدہ جنوبی بدھ ازم کے کتب مقدسہ پر منحصر ہے جو پالی زبان میں ہیں جس کی نسبت سنسکرت سے وہی ہے جو اطالیہ زبان کو لاطینی سے ہے کتب مقدسہ کے مجموعہ کا نام تپٹکا ہے یعنی تین ٹوکریاں کیونکہ اسکے تین حصے ہیں ایک

ایک حصہ غالباً ایک ایک ٹوکری میں محفوظ رکھا گیا ہوگا۔

گو بُدھا کی وفات کے کئی صدیوں کے بعد یہ مقالات ضبط تحریر میں آئے تھے یعنی صدی اول ق م میں تاہم ان کو ہم متحقق تصور کرنے میں راستی پر ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ زمانہ بُدھ میں تحریر کا رواج تھا مگر بوجہ سامان نوشتنی کی قلّت کے صرف اعلان ہائے عام کو پتھر پر کندہ کر دیا جاتا تھا مگر ہندوؤں کی قوت حافظہ ایسی زبردست اور کامل تھی جیسے کہ اب بھی ہے کہ اب تک بھی اکثر راہب اپنی مقدس تحریریں نوکِ زبان حفظ رکھتے ہیں حالانکہ اب کھجور کے خشک پتوں پر لکھی جاتی یا کاغذ پر چھپتی ہیں۔ پروفیسر ریکس ڈیوڈس نے جو اس میدان میں فاضل علما میں سے ہے کہا تھا کہ اگر یہ ساری تحریریں تباہ ہو جاویں تو بلا کم و کاست بحال ہو سکتی ہیں چونکہ تقریریں سینہ بسینہ پہنچتی تھیں انہوں نے زیرک طریق ان کے یاد رکھنے کا آسانی سے نکال لیا تھا بعض فقرات خصوصاً ضروری فقرات بجائے الفاظ اور۔ یا۔ وغیرہ کے دوہرائے جاتے تھے۔ جب یہ فقرے ضبط تحریر میں آئے

ہیں تو یہ مکرر فقرے قائم رکھے گئے ہیں۔ شروع میں یہ تکرار ہمیں انوکھا معلوم ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتا ہے پھر اُن خوبصورت فقروں کا تکرار زیادہ سنجیدہ معلوم دیتا اور یہ فقرے حافظہ پر منقوش ہوتے ہیں لیکن اس طرز کا ایک اور ضروری اثر یہ ہے کہ عبارت کی غیر معمولی طور پر صحت قائم رہتی ہے۔ ذرا سا بھی تجاوز اسی قسم کی اور عبارت سے معاً معلوم ہو جاتا ہے۔

بہتر ہے ہم یہاں پر اس امر پر توجہ دلائیں کہ بدھا کی تقریروں کے شروع میں ہمیشہ الفاظ "میں نے یوں سنا ہے" آتی ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بدھا کے مرنے کے بعد اُسکے شاگردوں کی ایک کونسل ہوئی تھی جس میں جو جو تقریر جس جس شاگرد نے سنی اور یاد رکھی تھی اُس نے دوہرائی تھی۔ پس یہ ممکن ہے کہ بہت سی صورتوں میں نہ صرف بدھا کے خیالات بلکہ اُسکے الفاظ تک ہمیں ملگئے ہیں غالباً اُس کے مت کے بہترین سمجھنے کے لئے سب سے اچھا طریق یہ ہے کہ اُس کی اولین تقریر سے شروع کیا جاوے جس سے اُس نے مت شروع کیا تھا۔

یہ تقریر اُس نے انہیں پانچ زاہدوں کو خطاب کی تھی جن کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اس کا نام دھما چکا پونا تا سوتا ہے جس کے لغوی معنے ہیں "مت کے پہیہ کو حرکت دینا" اس کا ترجمہ عام طور پر "راستبازی کے بادشاہت کی بنیاد کی تقریر" کیا جاتا ہے فی التحقیقت یہی اُس کے مت کی بنیاد ہے۔ اس میں چار حقایق گرامی کا بیان ہے۔

مَیں نے یوں سُنا ہے کہ ایک مرتبہ بنارس میں بمقام مرگ رشا موسوم اشی پتنا نا قیام فرماتھے وہاں انہوں نے پانچوں زاہدوں کو اس طرح سے خطاب کر کے فرمایا۔

"رستگاری کے خواستگار کو دو انتوں سے احتراز کرنا چاہیئے

ایک انت لذات و خواہشات نفسانی کا پورا کرنا ہے جو رذیل ذلیل اور ہیچ ہے۔

دوسری انت بیحد نفس کُشی اور خود تعزیری ہے جو دُکھ دائیک بے ارتھ اور تُچھ ہے۔

مسلک درمیانہ جو تتھاگت نے معلوم کیا ہے ان دونوں غلط رستوں سے بچتا ہے جو آنکھیں کھول دیتا ہے جو بصیرت بخشتا ہے

خرد مندی۔ مخلصی بیداری بنہان کے راہ بتلاتا ہے۔

یہ ذیل کا ہشتگانہ مسلک گرامی ہے۔

رائے صحیح۔ تمنا صحیح۔ کلام صحیح۔ اعمال صحیح بمعاش صحیح سعی صحیح۔ فکر صحیح۔ توجہ صحیح۔

اب دُکھ کی حقیقت گرامی حسب ذیل ہے:۔

پیدائش دُکھ ہے۔

عارضہ دُکھ ہے۔

موت دُکھ ہے۔

اندوہ وغم و درد دُکھ ہے۔

آہ وزاری دُکھ ہے۔

بدمزہ کے ساتھ ملاپ دُکھ ہے۔

پیاری چیزوں سے مفارقت دُکھ ہے۔

ناکام خواہش دُکھ ہے۔

القصہ لگاؤ کے پانچوں ذمرے دکھ ہیں۔

نوٹ مترجم۔ اس کی تصریح آگے آویگی۔

اب دُکھ کے سبب کی حقیقت گرامی حسب ذیل ہے۔
سچ جانو یہ تشنگی ہے یعنی زیست کی ہوس اور اُس کے
لُطف اُٹھانے کی تمنا جس سے پیدائش ثانی ہوتی ہے
تاکہ کسی نہ کسی طرح خواہشات نفسانی پوری ہوں۔
ہوائے نفسانی کے بھوگنے کی ہوس۔ہوس زیست
خواہ زندگی حال یا زندگی آئندہ میں ہو یا آرزوِ فنا
دُکھ کے پیدا کرنے والے ہیں۔اب دُکھ کے زائل
کرنے کی حقیقت گرامی یہ ہے۔
سچ جانو۔
اس ہوس کو قطعی نیست و نابود کرنا اُس پر فتح پانا۔
اُس کا فنا کرنا ہے۔
اب حقیقت گرامی اُس مسلک کے جس سے دُکھ کا ناش
ہوتا ہے یہ ہے۔ سچ جانو یہ ہشتگانہ مسلک گرامی
ہے۔ یعنی
رائے صحیح۔تمنا صحیح۔کلام صحیح۔اعمال صحیح۔معاش صحیح

سعی صحیح - فکر صحیح - توجہ صحیح -

یہ فقرات بالالظاہر بالکل سادہ معلوم ہوتے ہیں بلکہ تقریباً اتنے سادہ کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیسے وہ اتنے بڑے مذہب اور فلسفی کی بنیاد ہو سکتے ہیں لیکن اُن کے پورا مفہوم سمجھنے کے لئے خوض اور غور کی ضرورت ہے اور یہ اس طرح سے ہو سکتا ہے - کہ اُن کو اکثر پڑھا جاوے - اور ان پر تعمق سے غور کیا جاوے -

ہم اس کی مختصراً یوں تصریح کرتے ہیں -

حقیقت اول کی زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں - ذرا آنکھیں کھول کر دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ زندگی دُکھ سے پُر ہے اور اگر نسبتاً کبھی کسی موقعوں پر ہمکو جسمانی یا ذہنی دُکھ نہیں پہنچتا تو یہ صرف دُکھ کے وقفے ہیں -

مثلاً اگر حال کے جنگ عظیم کے بیشمار پُر درد اور پُر آشوب نتائج کو خیال میں نہ لائیں کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا تو ذرا ہسپتالوں - جیلخانوں - پاگل خانوں - غُربا کے مسکن - ذبح خانے اور ازیں قبیل مقامات کو دیکھئے تو حقیقت اول کی صداقت

کا یقین ہو جاتا ہے۔

وہ شخص بدھا کی مت کو کیا سمجھ سکتا ہے جس کی رائے میں یہ ہی دنیا سب دنیاؤں سے بہتر ہے (مثلاً لیب نز) یا جو انتہا اندھا۔ یا خود پرست ہے جسے ہر جگہ جہاں میں بے اندازہ دکھ نظر ہی نہیں آتا۔ "لگاؤ کے پانچ ذمرے" جو اوپر بیان ہوئے محتاج صراحت ہیں۔

بدھا نے سائنٹیفک طریق پر شخصیت کا پانچ حصوں میں تجزیہ کیا ہے۔

جسم۔ احساس۔ تفہیم۔ تحت شعور۔ شعور۔
(۱، ۲، ۳، ۴، ۵)

بدھا نے ثابت کیا ہے کہ فرداً اور اجمالاً یہ حالتیں عارضی ہیں اور ایسی عارضی حالتوں کی ہوس کا نام شخصیت ہے جو جلد یا دیر سے دکھ پیدا کرتے ہیں۔

لیکن دوسری حقیقت کی توضیح زیادہ محتاج تفصیل ہے۔

اس سے عالمگیر دکھ کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہوس ہے جو مختلف شکلوں میں نمودار ہوتی ہے اس ہوس کے لئے پالی کا لفظ تنہا استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنے پیاس کے ہیں۔

غالباً یہ لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ گرم ملکوں میں پیاس زیادہ ستاتی ہے۔ ہم اپنے طرزِ بیان میں اُس کو "ارادہ زیست" کہہ سکتے ہیں۔ یہ جگت (سمسار) بے آغاز و بے انجام ہستیاں جو مایا میں مُبتلا ہیں "ارادہ زیست" میں گرفتار ہو کر بلا روک نئے جنم اور نئے دُکھ پاتی ہیں۔ اس کی تشنگی کی جڑ ارادہ میں ہے۔ جو ہوس زیست میں نمایاں ہوتی ہے۔ اسی سے ہوسِ جاہ۔ ہوسِ شہرت اور ہوس لذّات پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اشخاص میں ہوسِ فنا بھی پیدا ہوتی ہے۔ آخر الذکر اشخاص کو خودکشی کی تحریک ہوجاتی ہے۔ یہ بھی تشنگی اور ہوسوں کے ایک قسم کی انانیت ہے جو بشکل تنفر و حقارت نمودار ہوتی ہے ٭

تیسری حقیقت سادہ اور صاف ہے ٭

جب سبب یعنی پیاس ختم ہوتی ہے۔ تو اس کا نتیجہ یعنی دُکھ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ پس حتی الوسع ساری زور آزمائی اس پیاس کے فنا کرنے میں صرف کرنی چاہیئے ٭

چوتھی حقیقت۔ وہ مسلک یعنی راستہ ہے جس سے ہوس ختم ہوتی

ہے - لہذا جس سے دُکھ دفع ہو جاتا ہے - وہ ہشتگانہ مسلک گرامی ہے - اس کے ہر حصہ کے ساتھ لفظ صحیح آتا ہے - بُدھ کے مکالمات میں "صحیح" کے معنی وضاحت سے کئے گئے ہیں - جو ہم خلاصتہً ذیل میں بیان کرتے ہیں :-

رائے صحیح - یعنی چار گرامی حقیقتوں اور بُدھ کے سارے مت کو بخوبی جاننا - وہموں اور تعصبوں سے آزاد ہونا +

تمنا صحیح :- مت کو درست سمجھکر مستحکم ارادہ سے اس کی پیروی کرنا - ثابت قدمی سے کام کئے جانا جب تک مراد حاصل نہ ہو جاوے - یہ ارادہ کر لینا کہ کسی کی بدخواہی نہیں کرنی نہ کسی کو رنج پہنچانا ہے +

کلام صحیح - جھوٹھ نہ بولنا - کسی کی بدگوئی نہ کرنا - نہ سخت کلامی کرنا - نہ احمقانہ یا وہ گوئی کرنا (بدھ نے اپنے شاگردوں کو کہا تھا - جب تم ملکر بیٹھو تو دو چیزیں تمہارے لئے مناسب حال ہیں - سبق آموز گفتگو یا متبرک خاموشی) +

اعمال صحیح - ایسے افعال کرنا جن میں انسان یا حیوان ہلاک

نہ ہو۔ نہ ایسی شے لینا جو تمہیں بخوشی نہیں دی گئی ۔ اور
ناپاک افعال سے احتراز (ناپاک افعال کی بھی تفصیل صراحت
سے بیان کی گئی ہے) ۔

معاش صحیح :۔ ایسا پیشہ یا کام اختیار نہیں کرنا ۔ جس سے
اوروں کو دکھ پہنچے ۔ مثلاً ذبح کرنا ۔ شکار کھیلنا ۔ مسکرات
کا بیچنا ۔ بردہ فروشی وغیرہ ۔
(مسلک کے اس حصہ سے پایا جاتا ہے ۔کہ یہ ہدایت سنگھا
کے ممبروں ہی کے لئے مقصود نہیں ۔ جیسا کہ بعض علما کی راے
ہے بلکہ سب انسانوں کے لئے ہے ۔ کیونکہ سنگھا خاص قواعد
کے مطابق دنیوی کاموں اور پیشوں سے ممنوع ہیں) ۔

سعی صحیح ۔ اس سے مراد ہے کہ بُرے خیال اور بُری خواہشیں
دل میں نہ آنے دینا ۔ اور اگر بُرے خیال اور بُری خواہشیں
پیدا ہو گئی ہیں تو اُن کو رفع و دفع کرنا ۔
نیک خیالوں اور نیک خواہشوں کو جو پیدا نہیں ہوئیں ہیں
جگانا ۔ موجودہ نیک خیالوں اور نیک خواہشوں کو قائم رکھنا ۔

اور اُن کو ترقی دینا +

مجدہ ازم نہ صرف نیک صلاح دیتا ہے - بلکہ اقتضائے رائے کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش دیتا ہے - وہ سمجھاتا ہے کہ کس طریق سے اسے عمل میں لایا جاوے - اور اس کا کونسا طریق بہتر ین ہے - میں تمثیلاً بیان کروں گا - کہ وہ کس طرح سے کوشش کرنا بتلاتا ہے - تاکہ بُرے خیال اور بُری خواہشیں پیدا نہ ہوں یہ بیان ہوا ہے - کہ :-

"جب بُرے خیال اور بُری خواہشیں پیدا ہوں - ہم کو کوشش کرنی چاہیئے - کہ ان میں سے صالح خیال اور خواہشیں پیدا کریں - یا اُن کی دردناک ماہیت پر غور کریں - یا اُن کی طرف متوجہ ہوں - یا اُن کے اجزا کو تفریق کر کے تحلیل کریں یعنی ان کی ترکیب ایسی توڑ دیں کہ وہ اپنے عنصروں میں واپس چلے جاویں - یا اپنی قوت اور ہمت سے اُنسے مغلوب کریں پھر ہم کو معلوم ہو جاوے گا کہ کس طرح سے مضر خیالات اور خواہشیں پراگندہ ہو کر خود ہی معدوم ہو جاتے ہیں - اور

انسان کا من قرار - امان و اعتماد پاتا ہے +

فکر صحیح :- جسم - حسیات - خیالات اور عام طور پر اور چیزوں پر غوص کرنا - ان چیزوں پر کامل غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کا آغاز اور انجام سلسلہ اسباب پر سے اور مطابق قوانین کے ہے - نیز یہ کہ وہ عارضی ہیں - اور کوئی شے نہیں جس کی نسبت کہا جا سکے کہ "یہ میری ہے - یہ میں ہوں - یہ میری خودی ہے" بدھوں کے ہاں دعاؤں کے بجائے بچار ہے - کیونکہ کسی بالائی ہستی کے وہ قائل نہیں - جو امداد کر سکے یا نقصان پہنچا سکے پس کسی ہستی کی خدمت میں وہ دعا نہیں کر سکتے +

توجہ صحیح :- من کو مستغرق کر کے اپنے باطن کا امتحان کرنا ہے - اکثر اوقات اس طریق سے ایک حالت وجد پیدا ہو جاتی ہے +

بیان کیا جاتا ہے - کہ ایسی حالت سے بقول بعض قوت ہائے بالائے [illegible] ہوتی ہیں - لیکن منزل مراد یعنی Nibban نربان کے حصول کے لئے ان طاقتوں کی حاجت نہیں - مگر وہ محض ذرائع انجام تک پہنچنے کے ہیں - اور بدھ نے

بڈھ نے خود کہا ہے کہ منزل مراد کو پہنچنے کے لئے یہ کافی نہیں +

اب ہم نے دیکھ لیا ہے کہ مکالمہ متذکرہ بالا یعنی چہار حقیقت ہائے گرامی جو ہمیں ظاہری صورت میں تقریباً اتنا سادہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان میں لب لباب سارے مت کا آ نہیں سکتا۔ در اصل بہت عمیق ہے۔ اور عرصہ تک اس کے مطالعہ کی ضرورت ہے تاکہ کما حقہ وہ فہم میں آ جاوے +

ایک اور بھی کلیہ ہے۔ جو ایک فقرہ میں مت کا جزو اعظم بتلا دیتا ہے۔ ایک روز سارہ پوتا جو ان دنوں ایک دوسرے استاد کا شاگرد تھا۔ وہ بڈھ کے اولین پانچ شاگردوں میں سے ایک شاگرد اساجی کو ملا۔ اور اُس کی ملت کی بابت اس سے سوال کیا (اساجی منجملہ اُن زاہدوں کے تھا۔ جن کو بڈھ نے پہلا اُپدیش سنایا تھا) ۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے حال ہی میں یہ مت اختیار کیا ہے۔ میں ابھی اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ اس پر سارہ پوتا نے منت کی کہ مختصراً ہی بتلاؤ۔ اس پر آساجی نے کہا کہ

بڈھ نے اُن چیزوں کا جو کسی سبب سے ظہور میں آتی

ہیں سبب دریافت کرلیا ہے - اور اُن کی فنا کے
وسایل بھی دریافت کر لئے ہیں - یہ مت اس بڑے
تارک الدنیا کا ہے" +

جب سارو پوتا نے یہ لفظ سُنے - تو وہ سمجھ گیا - کہ "جو شے پیدا
ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے" وہ بہت مسرور ہوا - اور اس نے اپنے
دوست موگلیانا سے اس کا ذکر کیا - اور دونوں بُدھ کی ملت میں
داخل ہو گئے - اور اس کے اجلّ شاگرد ہوئے ہیں +

یہ فقرہ قانون علت و معلول کو مختصراً ادا کر دیتا ہے - جو بدھ نے
بودھی درخت کے تلے حل کیا تھا - نہ صرف وہ اس قانون کے دریافت
کرنے والا تھا - بلکہ اُس نے اُسی مسئلہ کو اپنی مت کی بنیاد قایم کیا
تھا - ایک سادہ ترین جملہ میں اس قانون کو یوں بیان کیا گیا ہے :-

"اگر یہ ہے تو وہ ہے +
اس پر حصر کر کے وہ پیدا ہوتا ہے +
اگر یہ نہیں تو وہ نہیں +
اس کے فنا ہو جانے سے وہ تباہ ہو جاتا ہے" +

بُدھ کے مقالات میں ایک دوازدہی سدھانت کا اکثر ذکر آیا ہے۔ جس میں علت و معلول کا باہمی تعلق مُفصل اور باقاعدہ طریق سے دکھلایا ہے۔ اس کو نِپکا سامم پادہ کہتے ہیں جس کا لفظی ترجمہ انحصاری ابتدائے ہے۔ اس کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

(۱)۔ اودیا (جہل) کے انحصار سے ترکیب پیدا ہوتی ہے۔ جیسے سنکھار بولتے ہیں۔

(۲)۔ تراکیب کے انحصار سے شعور ظہور میں آتا ہے۔

(۳)۔ شعور کے انحصار سے من تن کا سمبندھ (شخص یعنی نام اور روپ) پیدا ہوتا ہے۔

(۴)۔ من تن کے سمبندھ کے انحصار سے شش شکلی عالم حواس جسے اندریاں کہتے ہیں پیدا ہوتا ہے۔

(۵)۔ شش شکلی عالم حواس کے انحصار سے چیزوں کے ساتھ رحس پیدا ہوتا ہے۔

(۶)۔ حس کے انحصار سے احساس پیدا ہوتا ہے۔

(۷)۔ احساس کے انحصار سے ہوش پیدا ہوتا ہے ۔

(۸)۔ ہوش کے انحصار سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے ۔

(۹)۔ لگاؤ کے انحصار سے ساخت پیدا ہوتی ہے ۔

(۱۰)۔ ساخت کے انحصار سے جنم پیدا ہوتا ہے ۔

(۱۱)۔ جنم کے انحصار سے بڑھاپا۔ موت۔ غم۔ الم۔ درد۔ اندوہ یاس پیدا ہوتی ہیں ۔

(۱۲)۔ اس طرح سے دکھ کا سارا تودا بن جاتا ہے ۔

جہل کے کلی دفعیہ سے ترکیب تباہ ہو جاتی ہے۔ ترکیب کی تباہی سے شعور تباہ ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا بڑھاپا۔ موت۔ غم۔ اندوہ یاس جنم کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے دکھ کا تودا معدوم ہو جاتا ہے ۔

اگر ہم ان اجزا کی مفصل وضاحت کرنے اور ان کے باہمی انحصار دکھلانے میں مصروف ہوں تو ہم بہت دور پیچھے جا پڑیں گے۔ ہم خاص طور پر اس کڑی کی پہلی لڑی کی طرف توجہ دلاتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ بدھ دھرم نے علم کو کتنی منزلت دی ہے ۔

— جہل اور لاعلمی بودھوں کے سلسلہ میں تمام بدیوں اور بدکرداریوں کے بنیادی اسباب ہیں بُدھ ازم میں ان کو گناہ نہیں کہا جاتا ہے۔ بلکہ غلطیاں کہا جاتا ہے۔ اور لاعلمی کسے کہتے ہیں۔ اس کا جواب ہے:۔

"نہ جاننا چار حقیقت ہائے گرامی کا"

اس سے مراد صرف الفاظ کا جاننا نہیں۔ بلکہ کامل طور پر اُسکا سمجھنا اور ان کی صداقت کا یقین۔ بودھ نے ایک مرتبہ کہا ہے کہ

جہل مزاحمت کرتا ہے۔ جس سے آوارہ گردی پیدا
ہوتی ہے۔ اور عرصہ تک دُکھ اٹھانا پڑتا ہے ٭

آئندہ ہم دیکھیں گے کہ انسان کو علم اور اخلاق دونوں کی ضرورت ہے۔ ایک کافی نہیں۔ اخلاق بنیاد ہے۔ لیکن کمال ذہنی بھی ویسا ہی ضروری ہے۔ دراصل بدھ ازم انضباط اور تربیت کا طریق ہے سدھانت مذکورہ بالا میں ایک جگہ چھ شکلہ عالم حواس۔ (اندریوں) کا ذکر آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حواس خمسہ کے علاوہ ہندو ایک اور حواس مانتے ہیں۔ یعنی بچار جس کا آلہ من ہے

اس سدھانت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدھ کی تعلیم کے
مطابق کوئی شے جسے ہم مطلق کہیں موجود نہیں - ہر چیز آتی ہے -
اور گم ہو جاتی ہے - ہر چیز بنتی ہے اور بگڑتی ہے - کوئی شے سوائے
خلا اور نروان کے دایم نہیں - مگر بدھ ازم ناستک نہیں سدھانت
بالا کے ابتدا میں اکثر الفاظ ذیل آتے ہیں +

ہر ایک شے ہے - یہ ایک انت ہے +

کوئی شے نہیں - یہ دوسری انت ہے +

ان انتوں سے بدھ بچتا رہا ہے - اور وہ حقیقت جو ان دونوں
انتوں کے درمیان ہے سکھاتا رہا ہے +

"جہل (اودیا) کے انحصار پر ترکیب ظہور میں آتی ہے" وغیرہ +

جب اس سے پوچھا گیا کہ ہر شے سے اس کی کیا مراد ہے - تو
اس نے جواب دیا - آنکھ - شکلیں - کان - آوازیں - بو - زبان -
ذائقہ - جسم - جذبات - من اور خیالات - ہم دیکھتے ہیں - کہ بدھ نے
اسی طرح دنیا کا قریباً ویسا ہی تجزیہ کیا ہے - جیسے کہ ہمارے بڑے
سے بڑے ترقی پذیر علما نے کیا ہے - نیز اس نے اپنے تئیں اُسے

سوال تک محدود کیا ہے - جسے وہ حل کرنا چاہتا تھا - یعنی دُکھ اور اس کا ازالہ - چنانچہ اُس نے کہا ہے :-

"جیسے سمندر کا ایک ہی سواد ہے - یعنی نمکین ہے - میرے مت میں بھی ایک ہی ذائقہ ہے - یعنی نجات[1] کا سواد"۔

ایک اور موقعہ پر وہ کہتا ہے :-

"میں ایک ہی بات سکھاتا ہوں - دُکھ اور اس سے رہائی"۔

ہمعصروں کے عقلی تخیلات کی بابت وہ گفتگو کرنے سے برابر انکار کرتا رہا - وہ استقلال سے وجود الواقعہ کی بنیاد پر کھڑا رہا اور ہمیشہ اصرار کرتا رہا - کہ ہر شئے کو اسی طرح سے دیکھو - جیسے وہ واقعی ہے - اسی وجہ سے بدھ ازم میں کبھی مذہب اور سائنس میں تخالف نہیں ہوا ۔

نوٹ مصنف - [1] جیسا کہ مذکور کیا گیا نجات کے لفظ کا ترجمہ رستگاری یا مخلصی بھی ہو سکتا ہے ۔

ایک مرتبہ ایک تارک نے آ کر معمولی سوالات کیئے :-

کیا دنیا اناد ی ہے یا فانی ؟

کیا دنیا محدود ہے یا غیر محدود ؟

کیا تن من ایک ہی ہیں یا جدا ہیں ؟

کیا تولد ثانی کی زنجیر سے رہا ہو کر شخص زندہ رہتا ہے - یا زندہ نہیں رہتا - اور کیا وہ زندہ رہتا ہے اور نہیں بھی زندہ رہتا کیا وہ وہ موت کے بعد نہ تو زندہ رہتا ہے - اور نہ زندہ نہیں رہتا ؟

بودھ نے ایک تمثیل سے یوں جواب دیا :-

"اگر کسی کو زہریلا تیر لگے - اور وہ طبیب سے جو تیر نکالنے لگے یہ کہے کہ جب تک مجھے تیر مارنے والے کی ذات معلوم نہ ہو - اس کا نام معلوم نہ ہو - آیا وہ پست قد تھا دراز قد تھا - موٹا تھا - پتلا تھا - وہ کہاں رہتا ہے - یا کس چیز کی تیر کی نوک بنی تھی - کس چیز کی کمان کی نوک بنی تھی وغیرہ وغیرہ معلوم نہ ہوں تب تک میں تیر نہ نکالنے دوں گا - تو وہ شخص سوالوں کے جوابوں

سے پہلے مرجاوے گا۔ اسی طرح سے وہ شخص جو
فلسفی اور ذہنی سوالات میں مصروف رہیگا مرجائیگا
اسے اور اسی قسم کے سوالات کے حل سے نہ امان نہ
اصلی علم نہ بیداری حاصل ہوتی ہے۔ جن سے نجات
حاصل ہو"۔

ایک اور موقعہ پر مختلف خیالات کے برہمنوں اور تارکوں میں
ایسے ہی سوالات کی بحث ہوتی تھی۔ تو بدھ کے بعض پیروؤں
نے آکر دریافت کیا۔ بدھ نے اس تمثیل سے جواب دیا:۔
"پرانے زمانے کا ذکر ہے کہ تارک جھگڑتے ہوئے
ایک راجا کے پاس آئے۔ کہ وہ ان کے بحثوں کا فیصلہ
کر دے۔ تو راجا نے حکم دیا کہ شہر کے سارے جنم کے
اندھے جمع کئے جاویں۔ اور ان کے پاس ایک ہاتھی
لایا جاوے۔ جب ان میں سے ایک ایک اندھے نے
ہاتھی کے مختلف حصوں کو چھوا۔ ایک نے کان چھوا۔
ایک نے لات ایک نے دانت۔ ایک نے تنا۔ ایک نے

بدن - ایک نے دُم - اُن میں سے ہر ایک نے مطابق اپنے اپنے چھونے کے کیفیتیں بیان کیں - لیکن ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس جانور کو وہ جان گیا - اور اسی کا بیان صحیح ہے - یہی کیفیت ان برہمنوں اور تارکوں کی ہے - وہ حقیقت کی ایک جزو کو دیکھتے ہیں - اور سمجھتے ہیں کہ ہم کل سمجھ گئے ؛؛

ایک اور موقعہ پر جب ایک برہمن نے ان امور کی بابت سوال کیا - تو بُدھ نے جواب دیا -

"میں یہ رائے نہیں رکھتا - کہ دنیا انادی ہے یہی حق ہے - کوئی اور رائے حُمق ہے ؛

میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ دنیا انادی نہیں ہے - یہی حق کوئی اور رائے حُمق ہے ؛

میری رائے نہیں کہ آیا جو تو لدتا نئی کی پیکیٹری سے رہائی پا گیا - زندہ رہتا ہے یا زندہ نہیں رہتا ہے - یہ ہی حق ہے کوئی اور رائے حُمق ہے ؛؛

اس پر برہمن حیران ہو کر پوچھنے لگا :-
"تو کیا گوتم کوئی رائے ہی نہیں رکھتا؟"
بدھ نے جواب دیا :-
"حق شناس (تتھاگت) یعنی بدھا خود
ان رایوں سے بالاتر ہو گیا ہے۔ مگر وہ جانتا ہے کہ یوں بدن کا روپ بنتا ہے۔ کہ یوں اس کا آغاز ہوتا ہے۔ کہ یوں وہ چلا جاتا ہے۔ یہی صورت دیگر کھندوں کی ہے۔ (جذبات۔ فہم۔ تراکیب اور شعور)"۔
اس نے مکالمہ کو ان الفاظ سے ختم کیا :-
حق شناس لگاؤ چھوڑ کر آزاد ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے خود کے متعلق ساری تخیلی مفروضات اور خیالات منتشر۔ منسوخ۔ رد ہو کر جڑ سے نکل گئے ہیں۔
اس پر برہمن کی تشفی نہ ہوئی۔ اس نے پھر سوال کیا :-
برہمن :- پھر یہ آزاد شدہ شخص کہاں نمودار ہوتا ہے؟
جواب :- یہ صحیح نہیں کہ وہ پھر نمودار ہوتا ہے۔

سوال :- تو گویا وہ نمودار نہیں ہوتا +

جواب :- آیا وہ پھر نمودار نہیں ہوتا۔ صحیح نہیں +

پھر سوال ہوا کہ پھر نمودار ہوتا ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ اس کا بھی ویسا ہی جواب ملا +

پھر بدھ نے ایک تمثیل سنائی +

سوال :- اگر تمہارے سامنے آگ ہے۔ تو تم اُسے محسوس کروگے ؟

ج :- ہاں !

س :- اگر پوچھیں کس چیز سے یہ جلتی ہے تم کیا جواب دوگے ؟

ج :- لکڑی سے جلتی ہے اور اسی پر اس کا حصر ہے !

س :- جب یہ بجھ جاوے گی تو تم محسوس کروگے۔ کہ بجھ گئی ہے ؟

ج :- ہاں !

س :- اگر تم سے کوئی پوچھے یہ کدھر گئی۔ شرق۔ غرب۔ شمال۔ جنوب۔ تو تم کیا جواب دوگے ؟

ج :۔ سوال ٹھیک نہیں پوچھا گیا۔ لکڑی سے یہ بلنی تھی۔ لکڑی ختم ہو گئی۔ تو کہاوت ہے کہ یہ نکل گئی +

یہ ہی صورت جسمانی شکلوں۔ جسموں۔ شعوروں اور تفہموں کی ہے۔ حق شناس کے لئے وہ سب معدوم ہو گئے۔ چلے گئے۔ منسوخ۔ منتشر ہو گئے۔ جڑ سے نکل گئے۔ اور پھر وہ ظہور میں نہ آویں گے۔ پس آیا کہ یہ آزاد شدہ شخص پھر نمودار ہوتا ہے ــ نمودار نہیں ہوتا ہے۔ نمودار ہوتا ہے۔ اور پھر بھی نمودار نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب رائیں صحیح نہیں ہیں +

ان سب رایوں کو بُدھ نے جھاڑی۔ گورکھ دھندا۔ پگڈنڈی۔ جال۔ پھندے سے تشبیہہ دی ہے۔ لیکن واقعہ الوجود تک محدود رہنا۔ دُکھ اور اس کے ناش کرنے پر فکر کرنا گہرے سوچ بچار کے مانع نہیں۔ کیونکہ بدھ دانائی کا رستہ بتلاتا ہے +

چونکہ بُدھ احتیاط سے واقعہ الوجود کی جانب متوجہ رہا ہے۔ اس لئے اس نے بیان شدہ سبب اول پر تخیل کرنے سے انکار کیا ہے۔ ہر شے جو وجود ہے یا زیادہ تر صحت سے یوں کہو کہ واقع

ہوتی ہے کسی سبب کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح سے یہ اسباب دیگر اسباب کے نتیجے ہیں۔ اور یہ سلسلہ لاانتہا ہے۔ سبب اول عقل میں نہیں آسکتا ۔

پس کوئی آغاز نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی ہستی نے بطور سبب اول کائنات کو پیدا کیا۔ کیونکہ بموجب قانون علت و معلول کے (سبب و نتیجہ) اُسی وقت یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اُس خالق کا خالق کون تھا ۔

مگر بیان شدہ دیوتا دیوتاؤں بالفاظ دیگر انسانوں سے بالاتر ہستیوں کے وجود کے امکان سے بدھ کو انکار نہ تھا ۔

ہندو بدھ کے زمانہ میں اور اب بھی کثیر التعداد دیوتاؤں پر اور سب سے بالاترین خدا برہما پر یقین کرتے ہیں۔ تب اور اب بھی اُن کا مذہب زیادہ تر ان خداؤں کے آگے دعائیں کرنا اور بھینٹیں چڑھانا تھا اور ہے۔ بدھ نے سکھایا ہے۔ کہ اگر کوئی ایسی ہستیاں ہیں تو وہ بھی عالمگیر قانون علت و معلول کے تابع ہیں۔ اگرچہ شاید انسانوں سے ان کی عمر زیادہ ہوتی ہے

اور زیادہ طاقت ور ہیں یا ایسی قوتیں رکھتے ہیں جو انسانوں کو
ابھی حاصل نہیں ہوئیں تاہم وہ بھی فانی ہیں۔ اور نہ انہیں نظام
عالم میں دخل دینے کی طاقت ہے۔ نہ وہ کسی کو جزا نہ سزا
دے سکتے ہیں ✦

کائنات وسیع ہے۔ اور اس میں کئی ممکنات ہو سکتے ہیں۔
لیکن یہ ممکن نہیں کہ قانون علت و معلول جو کائنات کا بنیادی اصول
ہے رد ہو جاوے ✦

گویا بدھ ازم میں دیوتاؤں کو درشتی مورتیوں کی سی حیثیت
دی گئی ہے۔ اور ایسی عام پسند اخلاقی کہانیاں بنائی گئیں ہیں۔
جن سے بدھ کے خصایل کی فضیلت بمقابلہ دیوتاؤں کے دکھلائی
گئی ہے ✦

عموماً دیوتاؤں کو نیک مزاج اور بطور بدھ کے ثناگو کے نیز کہ بطور
خدمت گذار کے ان کو دکھلایا گیا ہے۔ مثل بدھ کے ان کو بے ضرر
دکھلایا گیا ہے۔ ایسی بہت حکائتیں ہیں۔ جو اس زمانہ کے حالات
بتلانے کے لئے دلچسپی رکھتی ہیں۔ یہ حکائتیں تقریباً سب کی سب

ظرافت کی چاشنی لئے ہوئے ہیں ❖

واضح ہو کہ بدھ ازم میں صرف متانت ہی نہیں۔ بلکہ نمک ظرافت بھی بدھ ازم کی ایک علامت ہے۔ ان کہانیوں میں برہما کو نیک مزاج دکھلایا ہے۔ جو اپنے رتبہ کا بہت فخر کرتا ہے۔ الا بہت ذہین نہیں ❖

تمثیلاً ہم ایک دو ایسی حکایتیں بیان کریں گے۔ جن سے دیوتاؤں کی نسبت بدھ ازم کا خیال ظاہر ہو گا ❖

ایک مرتبہ ایک تارک الدنیا دریافت کرنا چاہتا تھا۔ کہ چاروں عنصر مٹی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا آخر کہاں گم ہو جاتے ہیں ❖ پہلے اُس نے نچلے درجہ کے دیوتاؤں سے پوچھا۔ کہ چاروں عنصر آخر کہاں گم ہو جاتے ہیں۔ جواب ملا کہ ہم کو معلوم نہیں۔ ہم سے اوپر والے دیوتاؤں سے پوچھو۔ وہ تمہیں بتلا دیں گے۔ اس پر اُس نے اُن اعلیٰ دیوتاؤں کا دھیان کیا۔ یہ ہی سوال کیا۔ اور ویسا ہی جواب پایا ❖

رفتہ رفتہ سب سے اونچے آسمان پر پہنچا۔ جسے برہما لوک

کہتے ہیں۔ اور برہما کے حضور میں حاضر ہوا۔ جب اس نے سوال کیا۔ تو برہما بولا:۔

"میں برہما ہوں۔ بڑا برہما ہوں۔ خالق۔ غیر مغلوب مالک۔ برہمانڈ بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ سب سے اونچا۔ ہادی۔ پتا ہوں سب چیزوں کا۔ جو تھیں۔ ہیں اور ہونگی ÷

تارک نے پیا کا تہ کہا کہ میں نے یہ تو نہیں پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ بلکہ یہ کہ چار عنصر انجام کو کہاں گم ہو جاتے ہیں۔ دوسری اور تیسری دفعہ سوال اور جواب ہوتے رہے۔ آخر برہما نے دیکھا کہ یہ تکلیف دہ سائل ٹل نہیں سکتا۔ اُس کا ہاتھ پکڑ ایک طرف اُسے لے گیا اور کہا کہ میں اپنے حالی موالی دیوتاؤں کے روبرو یہ اقبال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ مجھے تیرے سوال کا جواب معلوم نہیں۔ بُدھ کے پاس جا وہ تجھے بتلاوے گا ÷

دوسری حکایت ہے کہ ایک مرتبہ سُرگ میں ایک شخص کی میعاد ختم ہو گئی۔ اُس نے دنیا میں پھر جنم لیا۔ یہ واقعہ اُسی زمانہ

کا ہے - جب دنیا پر جانداروں کی سابقہ تباہی کے سبب کوئی جاندار شے موجود نہ تھی - اُس شخص کو تنہائی محسوس ہونے لگی اُس کو خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی اور بھی جاندار اس دنیا میں آکر بسے ؛

عین اس موقعہ پر بعض اور لوگوں کی میعاد دوسری دنیاؤں میں ختم ہو چکی تھی - اور انہوں نے بھی اس دنیا میں جنم لیا - جو شخص یہاں پہلے جنم لے چکا تھا اُس نے سوچا کہ جیسے ہی میں نے چاہا کہ کوئی اور بھی یہاں آکر جنم لے ویسے ہی یہ لوگ پیدا ہو گئے یعنی وہ اس لئے یہاں آئے کہ میں ایسا چاہتا تھا - پس میں اُن کے یہاں آنے کا سبب ہوں - اوروں نے سوچا کہ یہ شخص ہم سے یہاں پہلے تھا - اسی نے ہم کو پیدا کیا ہو گا - اس نوع سے خالق اور مخلوق کا خیال پیدا ہوا ہے ؛

بودھی سلسلہ میں دیوتے محض فانی چیزیں ہیں - ان کے سامنے دعائیں کرنا - اور بھینٹ چڑھانا یا یوں کہو کہ مذہبی ریتوں اور رسموں کی تاثیروں پر بھروسہ کرنا نہ صرف بےسود ہے

بلکہ روحانی ترقی کے لئے سدراہ ہیں۔ کیونکہ ایسی امیدیں پیدا ہوجاتی ہیں جو پوری نہیں ہوتیں۔ تضیع اوقات ہوتی ہے اور طبیعت راہِ راست سے متجاوز ہوجاتی ہے +

پس بدھ ازم سکھلاتا ہے کہ دعاؤں۔ بھینٹوں اور مذہبی رسموں پر یقین کرنا سخت غلطی ہے۔ دراصل یہ ہیکڑیاں ہیں۔ جو بیداری اور نجات کے رستے کی مارج ہیں۔ (محض عقیدت اور حرمت کی نظر سے بدھ کے بُت کے آگے پھُول چڑھانا بُرا نہیں سمجھا گیا ہے) بودھی لوگ جو عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تو اُسکا منجملہ اور موجبوں کے ایک موجب یہ ہے کہ عیسائی رسموں کو بنیادی اصول سمجھتے ہیں +

دنیا میں کوئی شے مستقل نہیں۔ بننے اور بگڑنے کی رفتار سدا چلتی رہتی ہے۔ علیٰ ہذا انسان بھی غیر مستقل ہے۔ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بدھ نے شخصیت کا تجزیہ کیا اور دریافت کیا کہ شخصیت میں پانچ کھنڈ (یعنی اجتماع) ہیں۔ جسم[1]۔ احساس[2]۔ تفہم[3]۔ ترکیب[4]۔ شعور[5]۔ یہ سب عارضی ہیں۔ شخصیت کو اُس نے ایک تمثیل میں

گاڑی سے تشبیہہ دی ہے - دراصل گاڑی کوئی شے نہیں - پہیے دُھرے وغیرہ حصوں کا مجموعہ ہے - جس کو سہولیت بیان کی وجہ سے گاڑی بولتے ہیں - اسی طرح شخصیت بھی اجزائے کا مجموعہ ہے - اور سہولیت بیان کے لئے شخص یا شخصیت کہتے ہیں - بُدھ نے ان کو مجموعہ کہا ہے - کیونکہ یہ مفرد نہیں بلکہ اجزا سے مُرکب ہے - جو فرداً فرداً اجمالاً عارضی ہیں - لہٰذا شخصیت بھی مستقل اور دوامی نہیں - القصہ حالت تبدل کی روانی جاری ہے - اسی وجہ سے جسے روح کہتے ہیں لافانی نہیں ہوسکتی ؛

اس امر کا ذکر مشہور سدھانت میں جس کا نام تِلکھنا بمعنی تین خصوصیتیں ہے آیا ہے - جو بدھ ازم کے بنیادی اصولوں سے علاقہ رکھتی ہے - اس کا مضمون یہ ہے :-

سب چیزیں عارضی ہیں جس کو پالی میں انیکا کہتے ہیں ؛
سب چیزیں غمناک ہیں جسے دُکھ کہتے ہیں ؛
سب چیزیں بلا شخصیت کے ہیں جسے اناتا کہتے ہیں ؛

لفظ اناتا کے مفہوم کا ترجمہ مشکل ہے - بے ثبات - بے اصل

بے بنیاد ۔ بے روح ۔ بے نفس ۔ بے خودی جیسے الفاظ سے اس کا
مفہوم ادا ہوتا ہے ۔ اس سدھانت سے بُدھسٹ فلسفہ کی
پوری ماہیت معلوم ہوتی ہے ۔

اس سہ گونہ صفت کے ثبوت میں علاوہ اور دلایل کے ذیل
کی دلیل دی جاتی ہے :۔

کیا جسم مستقل ہے یا غیر مستقل ۔

غیر مستقل ہے ۔

غیر مستقل کسے کہتے ہیں ۔ کیا یہ اندوہگین یا مسرت
آور ہے ۔

اندوہگین ہے ۔

کسے اندوہگین یا غیر مستقل کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا
ہے ۔ یہ میں ہوں یہ میری ذات ہے ۔

نہیں ۔

یہ ہی سوال و جواب باقی چار ذمردوں کی بابت بھی دُہرائے
جاتے ہیں ۔ نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے ۔ کہ اندوہگین اور غیر مستقل چیزوں

کے ساتھ لگاؤ نہ رکھنا چاہیئے ۔

لیکن بُدھ کی توجہ نہایت احتیاط سے واقعہ الموجود کی طرف رہی ہے ۔ اور صرف اسی کو ہم تصوّر میں لا سکتے ہیں ۔ وہ کہیں نہیں کہتا کہ خود نہیں ہے نہ وہ کہتا ہے کہ ہے ۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ تمہارے قوائے ذہنی خود کو ادراک میں نہیں لا سکتے ۔ ایک مرتبہ ایک دوا ورمت کے تارکوں نے اُس سے سوال کیا کہ آیا خود ہے یا نہیں تو وہ خاموش رہا ۔ اور جب اُس کے اپنے شاگرد نے پوچھا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا تھا تو اُس نے کہا :-

"اگر میں جواب دیتا ہاں خود ہے تو میں اُن لوگوں کی

رائے پر صاد کرتا کہ روح لافانی ہے ۔

اگر میں نہیں کہتا تو اُن کی رائے پر صاد کرتا ۔ جو کہتے ہیں

کہ موت سے ہر شے قطعی فنا ہو جاتی ہے" ۔

یہ سوال اُن سوالوں میں سے ہے ۔ جس سے نہ سکون نہ اصلی علم نہ بیداری نہ نجات حاصل ہوتا ہے ۔ کیونکہ انتیازی قوت سے بالاتر ہیں ۔ اور جو اگر کوئی نفی یا اثبات میں جواب دے وہ

ایسی بات کہیگا جسے وہ سمجھ نہیں سکتا۔ ہندو تب اور اب بھی مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں۔ اور اُس کو معاوضی انصاف تصور کرتے ہیں ‎+‎

وہ دیکھتے ہیں کہ بدکردار خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور نیک کردار بُری طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس بظاہر بے انصافی کی وجہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پچھلے جنم کے کرموں کے سبب نیک کردار تکلیف پاتا ہے۔ اور بدکردار پچھلے جنم کے اچھے کرموں کے نتیجے بھوگتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بموجب ایک صحیح قاعدہ انصاف کے روح بعد جسمانی وفات کے کبھی انسان کبھی حیوان کبھی انسان سے بالاہستی ہیں جنم لیتی ہے ‎+‎

بُدھ ایسے غیر فانی روح سے منکر ہے۔ اور وہ منطقی دلیل سے روح کے پھر جامہ میں آنے یا دوبارہ جنم لینے سے منکر ہے۔ لیکن وہ نفس کے مدارج مثلاً جذبات۔ ولولے۔ خیالات۔ ارادہ وغیرہ سے منکر نہیں ‎+‎

۱ / وہ ایسی روح کا قایل نہیں جو غیر مادی حالت ہیں مدارج مذکرہ

بالا کے پس پردہ ہو۔ جن کو وہ پیدا کرے یا وہ بعد جسمانی موت
کے کسی جگہ پرواز کرے یا وہ سُرگ یا نرک میں ابدالدہر تک رہے +

وہ قاعدہ علت و معلول کا قائل تھا۔ جو نہ صرف مادی دنیا
میں بلکہ کل کائنات میں کام کرتا ہے۔ جس میں اخلاقی دنیا بھی شامل
ہے۔ امر بالا کو اس نے کُلی طور پر مسترد نہیں کیا۔ بجائے اس کے
اُس نے ایک نوع کے دوسرے جنم کو اس طرح بیان کیا ہے :-

"زیست کا موجب محض مادی ہی نہیں بلکہ اور بھی ہے
یعنی ترشنا یہ وہ طاقت ہے جو ہم کو معلوم ہے۔ کہ
دُکھ کی بانی ہے۔ جیسا کہ دوسری حقیقت گرامی میں
مذکور ہے" +

حال کا سائنس سکھاتا ہے۔ کہ دھاتو۔ شکتی۔ پدارتھ۔ بل
شکلیں بدلتے ہیں۔ برہمانڈ میں وہ نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ۔
جب تک یہ ترشنا بطور سبب کے قائم رہتی ہے۔ تب تک وہ عمل
کرے گی۔ اور اپنا نتیجہ پیدا کرے گی۔ اور جب دھاتو کی تہ جس پر
یہ عمل کرتی ہے موت سے تہ و بالا ہو جاتی ہے۔ تو یہ شکتی کسی اور

مناسب دھاتوں میں جہاں اُسے کام کرنا ہے داخل ہو جاتی ہے
اور ایک نئی ہستی ظہور میں آتی ہے۔ اور جب تک یہ سبب قایم
رہتا ہے۔ اس بگاڑ اور بناؤ کا تو اثر برابر جاری رہتا ہے ٭

اس عمل کے واضح کرنے کے لیے کئی تمثیلوں سے اُس نے
کام لیا ہے۔ مثلاً

جب ایک بتی جلائیے تو کیا وہ ساری رات جلے گی؟

ج:۔ ہاں!

س:۔ پہلے پہر کی لاٹ وہی ہے جو دوسرے پہر کی ہے؟

ج نہیں!

س:۔ دوسرے پہر کی لاٹ وہی ہے جو تیسرے پہر کی ہے؟

ج:۔ نہیں!

س:۔ پس کیا تینوں پہروں کی لاٹیں مختلف ہیں؟

ج:۔ نہیں۔ اُسی چراغ کے تیل سے وہی لاٹ رات بھر جلتی رہی!

یہی صورت شعور یا شراروں کی ہے۔ ایک [illegible] ہے۔ دوسرا

پیدا ہوتا ہے۔ بلا وقفہ کے ایک ہستی دوسری ہستی کے بعد آجاتی ہے جیسے کہ زندگانی میں شعور کے لمحے ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ اس کو اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں :-

اگر ایک بتی دوسری بتی سے جلائی جاوے۔ تو روشنی ایک بتی سے دوسری بتی کو نہیں جاتی - بلکہ ایک ہی عمل کا تسلسل ہے ؎

دوسری تمثیل یہ ہے :-

جب گائے کے دودھ سے بالائی اور مکھن بنایا جاتا ہے تو یہ کہنا درست ہے - کہ وہ وہی بالائی ہے اور بالائی وہی ہے جو مکھن ہے - نہیں - زیادہ صحیح یوں کہنا چاہیئے کہ یہ پیدا ہوتا ہے اس کے انحصار پر - یہ ہی صورت جانداروں کی ہے ؎

اور آیا جس نے جنم لیا ہے - اس کا جواب (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے) نہ وہ وہی شخص ہے نہ کوئی اور - تاہم کیا وہی شخص ہیں جس نے کوئی کرم کیا ہے - اور سزا یا جزا بھگتتا ہے - یہ وہی

شخص نہیں یا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ ایک کی نزشتا کے بغیر دوسرا
ظہور میں نہیں آتا +

بدھ مت ایک اور تمثیل بھی بیان کرتے ہیں +

اگر کوئی شخص ایک درخت نصب کرے۔ اور کوئی دوسرا
اُس کا پھل چُرا لے۔ تو کیا چور یہ عذر پیش کر سکتا ہے۔ کہ اُس
نے دوسرے کا مال نہیں چرایا۔ کیونکہ اُس کا درخت تو تھا نہ کہ
پھل۔ نہیں۔ کیونکہ درخت کی عدم موجودگی میں پھل نہ ہوتا +

ہم دیکھتے ہیں کہ بودھیوں نے حتی الوسع اصول بالا کو تمثیلوں
سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جیسا کہ تمثیل کا قاعدہ ہے
اس طریق سے جزوی وضاحت ہوتی ہے۔ ہم کو دوسرے جنم کی
ترکیب سمجھنے میں یہ مشکل واقع ہوتی ہے کہ ہم دوران حیات شخصیت
کو ایک پائدار وجود تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لمحات شعور کا
فی الحقیقت ایک تواتر ہے۔ وہ اصل صرف ایک لمحہ شعور تک
زندہ رہتا ہے پھر مر جاتا ہے۔ اور دوسرے لمحہ شعور کے ساتھ وہ
پھر حیات پاتا ہے +

ہم جسمانی یا ذہنی لحاظ سے دوران دو لمحات شعور کے ایک ہی نہیں رہتے - ہم کو تبدیل کچھ عرصہ کے بعد محسوس ہوتا ہے - کیونکہ تبدیل بدرجہ نہایت باریک ہوتا ہے +

سائنس بیان کرتا ہے کہ جسم کے ہر حصّے کی نو سات سال کے بعد تجدید ہو جاتی ہے - قوائے ذہنی میں اس سے بھی جلد تر تبدیلی آتی ہے +

بُدھ نے اس کو یوں بیان کیا ہے :-

جسم کو من کی نسبت زیادہ مستقل کہیں تو بیجا نہیں - کیونکہ من کی نسبت جسم کم تیز رفتار سے بدلتا ہے +

اگر کوئی دیوتا ہیں تو وہ بھی مادہ کے بنے ہوئے ہونگے - خواہ وہ مادہ کیسا ہی لطیف ہو - علت غائی دیولوک میں بھی جسے سورگ کہتے ہیں ان کو دوبارہ جنم دینی ہوگی - یا علت غائی انسانی یا حیوانی دنیا کی طرف یا اور ناموافق دنیاؤں کی طرف جسے نرک یا جہنم لوگ کہتے ہیں لیجاتی ہوگی +

کائنات کی ضخامت بے پایاں ہے - اور ممکنات کی بھی انتہا نہیں - اس امر کو برق بے تار کے پیغام سے مشابہت دے سکتے ہیں - پیغام ہر جگہ ظاہر نہیں ہوتا - صرف اُسی آلہ سے دریافت ہوتا ہے - جو آلہ ترسیل کیساتھ

ہم ساز کیا گیا ہے - برق بے تار کے ایجاد سے قبل ممالک مغربی میں یہ بیان
ناممکنات میں شمار ہوتا ۔ وقت وفات یہ تشکنی بعض صفات رکھتی
ہے - اور متوفی کے زمانہ حیات میں حس مواد پر تشکنی عمل کرتی رہی - اُس
سے یہ صفات بنتی ہیں - ہر فعل کے کرنے سے اُس کے اعادہ کی سہولتیں
پیدا ہوتی ہیں - اور وقت پاکر ایک عادت ہو جاتی ہے - جو بتدریج خصلت
پر اثر ڈالتی ہے - عمل کا نتیجہ نہ صرف معمول پر ہوتا ہے بلکہ عامل پر بھی +

جو اچھا کام کرتا ہے وہ اچھے کام کرنے کا عادی ہوتا ہے - اور خود
نیک ہو جاتا ہے علیٰ ہذا برعکس اس کے - پس ہر شخص موت کے وقت ایک
خاص خصلت رکھتا ہے - اور جب تک ترشنا باقی ہے وہ اسی خصلت کے
مطابق دوسرا جنم لیتا ہے +

اس لئے پُر ظاہر ہے کہ نیک کام اور اُس کا نتیجہ نیک خصلت موت
کے وقت دوسرا جنم پسندیدہ دیتی ہے - علیٰ ہذا برعکس اس کے یہ تشکنی یعنی
ترشنا ویسا ہی کام کرتی ہے جو اُس کی خصلت وفات کے وقت ہوتی
ہے +

گویا عالم اخلاق پر قاعدہ علت و معلول کا اطلاق ہے - اس کو سنسکرت

ہیں کرما۔ اور پالی میں کمّا کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی عمل یا فعل ہے۔ دوسرے جنم کو ابدی حالت نیک یا بد حاصل نہیں ہوتی۔ گذشتہ زندگیوں کے پھل جب ختم ہو جاتے ہیں تو زندگی حال کے کرم حسب قاعدۂ مقررہ نیا جنم دیتے ہیں +

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ کارروائی اس طریق سے خود بخود ہوتی ہے کہ جیسا کرم ویسا ہی فوراً پھل ملتا ہے۔ بلکہ اس کا حصر انسان کی فی الجملہ خصلت پر بھی ہے۔ اس کے سمجھانے کے لئے بدھ نے یہ تمثیل دی تھی:۔

یہ بات یوں ہے۔ اگر کوئی شخص چھوٹے سے پانی کے برتن میں نمک ڈال دے تو تم سمجھتے ہو کہ پانی نمکین ہو جاوے گا +

ج:۔ بیشک +

اور کیوں +

ج:۔ کیونکہ اس میں پانی تھوڑا تھا +

اور اگر کوئی گنگا کے دریا میں نمک کی ایک مٹھی ڈالے تو گنگا کا پانی نمکین ہو جاوے گا +

ج:۔ نہیں +

کیوں نہیں +

ج :- کیونکہ اس میں پانی بہت تھا +

گویا ایک ہی کرم کے پھل کرم کرنے والے کی خصلت کے مطابق مختلف ہوتے ہیں +

دوسرے جنموں کے تسلسل یعنی سنسار کا اختتام بھی ہو جاتا ہے۔ اگر ہشتگانہ مسلک گرامی کی ٹھیک ٹھیک پیروی کی جاوے تو ترشنا جو دوسرے جنموں کے سبب سے رفتہ رفتہ رفع ہو جاتی ہے۔ تب دوسرا جنم نہیں ہوتا۔ اور وہ حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو بدھ مت کی منزل مراد ہے۔ یعنی نروان (سنسکرت) نبھان (پالی) اس لفظ کے معنی جو بعض سمجھتے ہیں فنا ہوتا ہے یہ غلط ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ "نکل جانا" مثل تیل ختم ہونے پر چراغ کا بجھ جانا۔ سوال ہے کہ کیا بجھ گیا۔ جواب ہوگا کہ خودی کی تین آگیں بجھ گئیں۔ یعنی حرص (لوبھ) نفرت (گھن) دھوکا (مایا) +

— بدھ کی تعلیم کے مطابق یہ کیفیت دوران حیات بھی حاصل ہو سکتی ہے +

مقام بودھ گیا درخت کے تلے ایک رات بدھ کو خود نروان حاصل

ہُوا۔ جس کے بعد ۴۵ سال وہ زندہ رہا۔ (پالی زبان میں اُس شخص کی موت کو جسے نروان حاصل ہو چکا تھا پری نروان کہتے ہیں)۔

برہمنی دھرم میں نروان کے معنی آتما کا پرآتما کے ساتھ وصال ہونا ہے۔ جو بعد مرگ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

لفظ نروان کے دو مفہوم سمجھے جانے کے باعث بُدھ ازم کی یورپین محققوں میں غلط فہمیاں واقعہ ہوتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ اس وقت تک بھی بعض کی رائے ہے کہ بودھی نروان کے معنی فنا ہے۔ (اس لئے جب کبھی بودھی نروان کا ذکر کرنا ہو۔ تو لفظ نبھان استعمال کرنا مناسب ہے)۔

برعکس اس کے نروان ایک کیفیت ہے۔ جس میں پورا آنند اور پوری مخلصی ملتی ہے۔

نروان پاکر خود بُدھ نے اپنی بابت کہا ہے:۔

"دُنیا کے خورسندوں میں ایک میں ہوں"

حقیقت یہ ہے کہ خورسندی و تسکین خاطر بدھ ازم کی ایک خصوصیت ہے۔ دیگر مذاہب بشاشت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ کم از کم اس کی تحسین نہیں کرتے۔ بقول بُدھ ازم بشاشت مسلک گرامی کی پیروی کی مد ہے۔

خورسندی اور بڑھتی ہے - جب یہ خیال آتا ہے کہ اپنی کوشش سے
یہ حاصل ہوئی ہے نہ کسی خدا کی عنایت سے ملی ہے - نیز یہ کہ نہ خدا نہ
شیطان اس کو روک سکتا ہے ۔

اصلی بدھ مت بیم و رجا کا قائل نہیں جس کے شش و پنج میں
لوگ سدا گرفتار رہتے ہیں - مغربی ملکوں میں تو رجا کی بہت قدر ہے -
بیم و رجا دونوں ہیچ ہیں - کیونکہ ہر واقعہ قاعدہ علت و معلول کے مطابق
ہوتا ہے ۔

رجا تو خاص طور پر مضر ہے - کیونکہ اس سے وہ قیمتی وقت ضائع
ہو جاتا ہے - جو دیگر اسباب کو تحریک دینے اور ان کے نتائج پیدا کرنے میں
صرف ہو سکتا تھا - نیز اکثر اوقات انسان مایوس ہو کر دگنا ناخوش ہو جاتا
ہے ۔

جن کو نروان حاصل ہو جاتا ہے وہ آرہا (ارہت) کہلاتے ہیں -
جس کے معنی سنت ہے - ایسا شخص جب تک ترشنا اور کرموں کے پھل ختم
نہیں ہوتے زندہ رہتا ہے ۔ چونکہ حصول نروان سے سب کرموں میں
خودی کی بو تک نہیں رہتی - ترشنا بجھ جاتی ہے تو کوئی کشش باقی نہیں

رہتی جو بوقت مرگ کسی مواد پر تصرف کرے۔ اس لئے دوسرا جنم نہیں ہوتا ؛

سوال ہے کہ ایسا شخص عدم میں چلا جاتا ہے ؟ اس کا جواب ہاں اور نہیں دونوں ہے۔ ہاں یوں کہ اگر ہم نروان پر مکان و زمان کا تصور عاید کریں۔ جس کے بدوں ہم کسی شے کا تصور نہیں کر سکتے تو جواب ہوگا ہاں نروان عدم ہے ؛

اگر عقل انسان طبقات عالم میں دخل نہیں پا سکتی۔ جہاں شاید مکان و زمان کی ہستی بھی نہ ہو تو جواب نہیں ہوگا ؛

اس سوال کو بدھ نے مثل کئی ازیں قبیل سوالوں کو منزل مراد کے حصول کا ممد نہیں سمجھا۔ بقول اُس کے یہ ویسا ہی سوال ہے۔ جیسے مثلاً کائنات کا ابدی ہونا وغیرہ جو ارا کے اختلاف کے پیکڑیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اُس نے واقعہ الوجود کی مضبوط زمین کبھی نہیں چھوڑی جھگڑالوؤں اور حجت بازوں کے ساتھ وہ کبھی مباحثہ میں نہیں پڑا۔ مادیت اور غیر مادیت کے ماننے والوں سے جو اعتراف اور انکار ایسی چیزوں کا کرتے تھے۔ جسے وہ خود سمجھ نہیں سکتے تھے وہ ہمیشہ بچتا رہا ؛

دوبارہ جنموں کی بابت خواہ کوئی کچھ رائے رکھے۔ ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ نسبت اور مفروضوں کے یہ خیال اکثر انسانوں کے خلاف انصاف حالتوں کا موجب بتلاتا ہے۔ اس سے غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کا موجب بھی ملجاتا ہے۔ جس کو ہم اکثر وراثت خصلت آبائی کے مسئلہ سے حل نہیں کر سکتے +

اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم کو پچھلے جنموں کی باتیں یاد نہیں آتیں یہ اعتراض صحیح نہیں۔ ہم کو اسی زندگی کے بچپنے کے بہت واقعات بھول جاتے ہیں۔ جو دراصل ہماری موجودہ زندگی کے لئے نہایت اہم ہوتے ہیں +

حافظہ دماغ کے ساتھ منسلک کہا جاتا ہے جو ظاہر ہے کہ ہر شخص کی حیات میں مختلف ہوتا ہے۔ تاہم بودھی ملکوں میں خصوصاً جاپان اور برہما میں گاہے گاہے ایسے بچے بھی پائے گئے ہیں۔ جو شروع عمر میں پچھلے جنم کے بعض واقعات بیان کرتے ہیں جو تحقیقات سے صحیح پائے گئے ہیں۔ جیسے جیسے وہ جوان ہوتے جاتے ہیں۔ یادداشت کمزور ہو کر واقعات فراموش ہو جاتے ہیں +

بعض اوقات ہم لوگوں کو یہ بھی واقعہ پیش آتا ہے ۔ کہ کوئی کسی نئے مقام پر گیا ۔ اُس کو کامل یقین ہوا ۔ کہ یہ مقام اُس نے پہلے بھی کبھی دیکھا ہے ۔

بعض اوقات انسانوں میں پہلی ہی ملاقات پر کسی سے نفرت یا ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے ۔ یہ غیر معمولی واقعہ بھی اسی مسئلہ سے حل ہو جاتا ہے ۔

ان واقعات سے اس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ حافظہ دماغ کے ساتھ منسلک ہے ۔ جو اوپر بیان ہوا ۔ لیکن کون تحت شعور کی تہ کو پا سکتا ہے ؟

”پانچ ذمروں“ (جن کا ذکر آچکا ہے) کی ایک جزو ترکیب ہے ۔ جسے سنکھارا بولا جاتا ہے ۔ جس کا ترجمہ میلان عقلیہ بھی ہو سکتا ہے ۔ گویا آبائی وراثت مزاج ہے ۔ اس کو بھی ہم تحت شعور کہہ سکتے ہیں ۔

پس ہم کو مسئلہ جنم ثانی کو قطعاً رد نہ کرنا چاہیئے ۔ یہ مسئلہ مشکل ضرور ہے ۔ لیکن ناقابل فہم نہیں ۔

میں نے اس مسئلہ کا ذکر قدرے وضاحت سے اس لئے کیا ہے ۔

کہ ہم لوگ جو مغایر خیالات میں پلے ہیں اس کو آسانی سے سمجھ سکیں —
بدھ ازم کے سمجھنے کے لئے اس کا سمجھنا ضروری ہے۔ بدھ ازم کی
اخلاقی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے دوسرے جنم کا یقین ضروری
نہیں۔ بدھ ازم میں اتنا ہی ماننا چاہئے جسے ہم سمجھ سکیں نہ کہ آنکھیں بند
کر کے اُس کی تعلیموں کو اختیار کریں ؛

باب سوم

اخلاق

بُدھ ازم کے شائق کو اس کا شاندار اخلاق سب سے زیادہ کشش
کرتا ہے۔ کسی خدا کے فرض کرنے کے بدوں بُدھ ازم ایسی ہدایتیں
دیتا ہے جو زندگی کے ہر پہلو کے لئے کافی ہیں۔ جن سے نہ صرف
سب انسانوں کی خیر اندیشی مقصود ہے بلکہ حیوانوں کی بھی ؛

ہم پہلے اساجی کا مختصر فقرہ فلسفی کے نکتہ خیال سے ذکر کر چکے ہیں۔ ویسے ہی دھم پاد ہیں جسے بشکل مجموعہ اشعار مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اخلاقی نکتہ خیال اور اخلاقی اصول خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی :۔

"سب بُرے کاموں کا چھوڑنا۔ حتی الوسع نیکی کرنا۔ صفائی قلب حاصل کرنا۔ یہی بُدھ کا دھرم ہے"۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ کہ ہشتگانہ مسلک گرامی منزل مراد کو پہنچا دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو اس مسلک کی ہر ایک تفصیل پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔ یا جو اپنے کرموں کی وجہ سے یا اپنی حالت کی وجہ سے اس کی پوری پیروی نہیں کر سکتے اُن کے لئے پانچ ہدایتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ ہدایتیں بطور احکام کے نہیں بلکہ آگیا ئیں ہیں۔ جسے ہم اُردو میں اقرار کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا۔ یہ آگیا ئیں بطریق پرتگیا یا پرن کے ہیں۔ ان کو احکام نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بودھی مت کے مطابق کسی خدا کی طرف سے یہ صادر نہیں ہوئے ہیں۔ یہ پانچ پرن حسب ذیل ہیں :۔

(۱)۔ میں پرن کرتا ہوں۔ کہ میں کسی ذی جان کو نہ ماروں گا

(نہ انسان نہ حیوان کو) +

(۲)۔ میں پرن کرتا ہوں کہ میں کوئی شے نہ لوں گا۔ جو مجھے

بخوشی نہ دی گئی ہو +

(اس لئے سرقہ ہی منع نہیں بلکہ کسی حکمت سے کچھ حاصل کرنا۔ مثلاً

زیادہ سود لینا۔ فریب سے کچھ حاصل کرنا وغیرہ بھی منع ہیں) +

(۳)۔ میں پرن کرتا ہوں کہ ناجائز مباشرت نہ کروں گا +

(بدھ کے کئی وعظوں میں مباشرت کے ناجائز افعال کا صراحت

سے ذکر آیا ہے) +

(۴)۔ میں پرن کرتا ہوں کہ جھوٹ نہ بولوں گا +

جس میں کسی پر تہمت لگانا اور ازیں قبیل افعال منع ہیں۔ تہمت

کو الفاظ ذیل سے منع کیا گیا ہے :۔

"تاکہ انسانوں میں نفاق پیدا نہ ہو۔ وہاں کا سنا یہاں

دہرانا نہ چاہیئے۔ اور یہاں کا سنا وہاں دوہرانا نہ چاہیئے

انسان کو چاہیئے کہ وہ ایسے الفاظ منہ سے نکالے ۔

جس سے اتفاق بڑھے۔ تاکہ وہ ان کا لطف اٹھائے"

(۵)۔ میں پرن کرتا ہوں۔ کہ میں منشیات و مسکرات سے احتراز کروں گا ÷

(ممالک واقعہ سرزمین جو سرطان وجدی میں واقعہ ہیں۔ یعنی گرم ملکوں میں یہ ہدایت بہ نسبت ہمارے سرد ملکوں کے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ گرم ملکوں میں منشیات و مسکرات کی ضرر نسبتاً بہت زیادہ ہیں) ÷

جو شخص پرن ہائے بالا کا اقرار کرتا ہے۔ اور علاوہ ازیں ذیل کا کلمہ بولتا ہے۔ اپنے آپ کو بدھسٹ کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کلمہ کو تسارنا (تین جواہرات) کہا جاتا ہے ÷

(۱)۔ بدھم شرنم گچھامی۔ میں بدھ کے قدموں میں پناہ لیتا ہوں ÷

(۲)۔ دھرم شرنم گچھامی۔ میں دھرم کے قدموں میں پناہ لیتا ہوں ÷

(۳)۔ سنگھم شرنم گچھامی۔ میں اس کی امت کے قدموں میں

پناہ لیتا ہوں +

ان پانچوں پرنوں کا بُدھ کے مقالات میں شرح وبسط سے ذکر آتا ہے۔ جس سے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ کہ یہ پرن ہر حالت اور ہر موقعہ کے لئے مفید ہیں۔ ان مقالات میں ان پرنوں کے اعمالی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ نہ صرف انسان وحیوان کو مارنے یا اُن کو اذیت پہنچانے کی ممانعت ہے بلکہ عالمگیر حُب وشفقت کی تاکید کے ساتھ تلقین کی گئی ہے +

بجائے وضاحتوں کے اخلاق بدھی کے ادا کرنیکے یہ طریق بہتر ہے کہ کتب مقدس کے لفظی ترجموں سے اقتباس کیا جاوے۔ کیونکہ بہ نسبت تعبیروں کے اصل مضمون سے اصول اخلاق کا مطلب بہتر ظاہر ہوتا ہے۔ البتہ ہم کو کُل میں سے نسبتاً تھوڑے فقرے چننے پڑیں گے۔ یہ انتخاب ہمیشہ آسان نہیں۔ کیونکہ بعض خوبصورت فقرے ہم کو ترک کرنے پڑیں گے +

ہم نے مندرجہ گلدستہ بلا ترتیب اور اٹکل لیس بنایا ہے :-

"طمع۔ نفرت اور دھوکہ پر قابو پانا بدھ کا دھرم ہے" +

"حب اور تلطف اصلی دھرم ہے"+

"جس مت کا آپ کو یقین ہو کہ غضب کی بجائے امان دیتا ہے بجائے نفرت کے انکساری دیتا ہے۔ طمع کی بجائے کفایت شعاری بتلاتا ہے۔ تنازعہ کی بجائے قناعت دیتا ہے۔ تو آپ یقین کرو۔ یہ ہی حق ہے۔ یہ ہی قانون ہے۔ اور یہ ہی گورو کا مت ہے"+

"بدھ اُن نذروں کی قدر نہیں کرتا جو اُسے دیجاویں۔ بلکہ جو مساکین کو دیجاویں"+

"جو بدھ کی حرمت کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ بیمار کی تیمارداری کرے"+

"بے ثباتی عالم پر غور کرنے سے طمع پر فتح ملتی ہے۔ دُکھ پر غور کرنے سے نفرت زایل ہوتی ہے۔ روح کے غیر فانی ہونیکے عدم پر غور کرنے سے خودنفسی دور ہوتی ہے"+

"نروان وہاں ہے جہاں انصاف و اخلاق کی پیروی ہوتی ہے"+

"جب طمع۔ نفرت۔ دھوکہ کی آگ بجھ جاتی ہے اور خواہشات

نفسانی کے شعلے بجھ جاتے ہیں۔ تب نروان حاصل ہو جاتا ہے"+

"تندرستی اعلےٰ ترین نیکی ہے۔ قناعت سب سے زیادہ منمول خزانہ ہے۔ سکون خاطر سب سے بہتر حبیب ہے"+

"سب سے بہترین تحفہ حق کا تحفہ ہے"+

"مبارک ہیں امن پسند کیونکہ ظفریابی عداوت پیدا کرتی ہے۔ مفتوح ہونا ہی دکھ ہے"+

"مبارک ہے وہ جو صفائی قلب سے کسی کو دیتا ہے میں تمہیں سچ کہتا ہوں۔ کہ ایسا شخص اُس شخص سے جس نے سینکڑوں جنگ فتح کئے۔ اور دشمنوں کو مغلوب کیا۔ بہتر ہے"+

"مبارک ہیں وہ جو اپنے نفس پر فتح پاتے ہیں"+

"مبارک ہیں وہ جو اپنے ماں باپ کی حرمت کرتے ہیں"+

"جہاں اولاد ماں باپ کی عزت کرتی ہے۔ وہیں سب سے بڑے دیوتا کا دھیان لگتا ہے۔ سب سے

بڑا دیوتا والدین ہیں۔ کیوں؟ ماں باپ اپنی اولاد کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں۔ اُس کی پرورش اور حفاظت کرتے ہیں۔ دنیا میں ان کی رہنمائی کرتے ہیں"۔

"مبارک ہیں وہ جو نفرت کرنے والی دنیا میں خود نفرت سے معرا رہتے ہیں"۔

"اصلی انند تب ہی ملتا ہے۔ جب دل میں نیک خیالات پیدا ہوں"۔

"یہ قدیمی مسئلہ ہے کہ نفرت سے نفرت پر فتح نہیں ملتی بلکہ غیر نفرت سے نفرت پر فتح ملتی ہے"۔

"ناراض کو محبت سے مغلوب کرو۔ بُرے کو نیکی سے کمینہ کو فراخ دلی سے۔ جھوٹے کو صداقت سے"۔

"عقیدت دلی اور حُب سے میں اوروں سے مانند اپنے سلوک کروں گا"۔

"جو شے بے انصافی سے ملی ہے۔ میں زہریلی غذا کی طرح

اس سے متنفر ہوں" +

"سچا دھرم کسے کہتے ہیں؟

حتی الامکان کمترین دکھ دینا +

حتی الامکان نیکی کرنا +

جتنی مرتبے ہو سکے حُب - ترحم - راستبازی - صفائی
سے برتاؤ کرنا +

محض پیدایش ممتاز نہیں کرتی نہ پیدایش کی وجہ سے
کسی کو دُور دُور کرنا چاہیئے - اعمال ہی سے انسان ممتاز
ہوتا ہے - اعمال ہی سے ہی وہ مستوجب ذلّت
ہے" +

(یہ اشارہ ذاتوں اور جماعتوں کے مدعیان سے ہے) +

"والدین کی حرمت - بیوی بچوں کی حفاظت - باامن
روزگار پیدا کرنا بڑا اشد ہے" +

(یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے - جیسا کہ ہشتگانہ مسالک گرامی کا حصہ پنجم
(معاش صحیح) سے ظاہر ہے - کہ بدھ ازم گھریار چھوڑتے تھے - اور دنیا

ترک کرنے کا متقاضی نہیں۔ جیسا کہ بعض بیان کرتے ہیں۔ البتہ دنیا وہی لوگ ترک کر سکتے ہیں۔ جنہیں یقین ہو کہ ترک کئے بغیر وہ نجات حاصل نہیں کر سکتے)۔

"جو شخص اپنی ہی خوشی کا طالب ہے۔ اور ابنائے جنس کو ایذا پہنچاتا ہے۔ اصلی امن نہیں پاتا"۔

"ماتحتوں کے ساتھ التفات۔ واجب التعظیم کا احترام
انضباط نفس۔ جس میں نیکی اور رحمدلی شامل ہو۔
یہ اور اسی قسم کے کام ایسے رواج ہیں۔ جن کی تم کو پیروی کرنی چاہیئے"۔

(یہ اشارہ برہمنوں کی رسمیات کی طرف ہے)۔

"تم خود ہمت کرو۔ بدھ تو صرف معلم ہے"۔

"جسم کو ضبط کرنا اچھا ہے۔ خیالات کو لگام دینا اچھا ہے۔ اپنے تئیں پورا محکوم کرنا اچھا ہے۔ جس نے اپنے آپ پر قابو پایا۔ وہ دکھ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ من جو قسمت کے صدموں سے نہیں کانپتا۔ جو غم و غصہ سے آزاد ہو۔ جو ہمیشہ امان میں بسر کرتا

ہے۔ بڑا انند پاتا ہے"+

"میری جائیداد میرا کرم ہے۔ میرا کرم میری اِرث ہے۔ تم نہ سمندر کی تہ میں۔ نہ پہاڑوں کی غاروں میں۔ نہ ہوا میں۔ کہیں تم اپنے کرموں کے پھل سے نہیں بچ سکتے"+

"کئی لوگ پانی میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اپنے پر پانی چھڑکتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ پوتّر ہو گئے۔ پانی سے کوئی پوتّر نہیں ہوتا۔ اچھے کرموں سے پوتّر ہوتا ہے"+

"جیسا میں ہوں ویسے ہی اور ہیں۔ اور بھی ویسے ہیں جیسا میں ہوں۔ اس کو ذہن میں رکھکر کسی کو ایذا نہ دو۔ بلکہ اس کو فائدہ پہنچاؤ"+

"جیسے ماں اپنے بچے کی حفاظت کرنے میں اپنی جان سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ ہر شخص کو چاہئے۔ کہ سب جانداروں کے ساتھ حُب رکھے۔ حُب ہی سچا

دھرم ہے"

"ہر ذی جان کی طرف رحمدل اور درد مند رہو"

"زر و مال کا فور صفت ہیں۔ اگر کسی کے کام آویں تو فائدہ مند ہیں۔ دنیا اور عقبیٰ میں صلہ کی امید کے بغیر دان دینا سب سے بہتر طریق دان دینے کا ہے"

"ایسے دینے والے کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ وہ بانٹنے سے جمع کرتا ہے۔ تقسیم کرنے سے وہ حاصل کرتا ہے دینے سے وہ مالدار ہوتا ہے"

(بودھوں کا خیال ہے کہ دان لینے والا اتنا مشکور نہیں جتنا کہ دینے والا مشکور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لینے والا دینے والے کو اچھے کرم کرنے کا موقع دیتا ہے)

"بدھ کا پیرو رنج ملنے پر نہ کانپے۔ نہ تعریف سے پھول لے"

"دوسروں کی عیب جوئی آسان ہے۔ اپنے نقص دریافت کرو اور اُن سے بچو"

"دو طرح کی خوشیاں ہیں - خود غرض خوشی - غیر خود غرض
خوشی - اعلیٰ خوشی غیر خود غرض خوشی ہے"+

"سمجھو کہ علم کے حصول کا ہمیشہ وقت ہے - نیکی
اور علم کا ملکر بہت ہی خوبصورت زیور بنتا ہے"+

"اگر کوئی شخص خطا کا اقرار کرے - اور آئندہ اس
سے بچے - تو خطا کا اثر رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے"+
(یہ ہی ایک قسم کی توبہ ہے - جس کی بدھ ازم قدر کرتا ہے -
نہ کہ بے معنی وبے سود گریہ و زاری کی) +

"ترحم اور کفایت شعاری سے اصلی خزانہ جمع ہوتا
ہے - جو لازوال ہے - جسے نہ چور نہ اور کوئی طاقت
چرا سکتی ہے"+

"جانو تم کہ جو اپنے نفس پر فتح پاتا ہے - سب سے
بڑا فاتح ہے - نہ کہ وہ جو کئی لڑائیاں فتح کرتا ہے"+

بُدھ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ چند لڑکے مچھلیوں کو ستا رہے
تھے تو اُن سے پوچھا کہ تمہیں درد سے ڈر لگتا ہے کہ نہیں - اُنہوں نے

کہا ہاں ۔ ان کو اس طرح اُس نے سرزنش کی ۔ اگر تمہیں درد
سے ڈر لگتا ہے تو کسی ناچیز سے ناچیز مخلوق کو درد نہ پہنچاؤ +

خلاصہ مندرجہ بالا سے بدھ ازم کے اخلاق کی تشریح ہوتی ہے ۔ مختلف جماعتوں کے باہمی فرائض کے بارہ میں ایک مشہور سُوتا سگلوواداتا موجود ہے ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ اگر اُس کی ہدایات کی پیروی کی جاوے تو بنی نوع انسان باہم کیسے امن اور خوش اسلوبی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔ اس سوتا کا حصّہ متعلقہ حسب ذیل ہے :۔

والدین کو چاہیئے ۔ کہ اپنی اولاد کو بُرے کاموں سے بچائیں ۔ تعلیم علوم کی دیں ۔ جسکے وہ حاصل کرنے کے قابل ہوں ۔ اُن کے لئے جوڑوں کے پسند کرنے میں ان کو امداد دیں ۔ اور ان کو وراثت سے محروم نہ کریں +

خاوند کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کی قدر و منزلت کرے ۔ عزت سے سلوک کرے ۔ اُس سے اُلفت رکھے ۔ وفادار رہے ۔ ایسا سلوک کرے کہ اور لوگ بھی اُس کی عزت کریں ۔ اپنی بیوی کی ضروریات

مہیّا کرے +

بیوی کو چاہیئے کہ خاوند سے پریم رکھے۔ گھر کو آراستہ رکھے۔ مہمان نواز ہو۔ باعصمت رہے۔ وفادار رہے۔ اپنے فرائض لیاقت اور شوق سے ادا کرے +

دوست کو چاہیئے کہ اپنے دوست سے ایسا سلوک کرے۔ جیسکی اپنے لیئے وہ توقع کرتا ہے۔ ہمیشہ اس کا ہوا خواہ اور خیراندیش ہو اُس کے حقوق کی حفاظت کرے۔ قول فعل سے اس کی امداد کرے اپنی جائداد اُس سے تقسیم کرے۔ ناعاقبت اندیشی کے کاموں سے بچائے۔ خطرہ اور درماندگی کی حالت میں اس کی دستگیری کرے۔ اور مصیبت میں اُس کی مدد کرے +

استاد کو چاہیئے کہ اپنے شاگردوں کو نیکی کی تحریک کرے۔ دھرم اور اخلاق کی اُنہیں تعلیم دے۔ اُن کی محنت کی داد دے۔ اور خطروں سے اُنہیں بچائے +

شاگردوں کو چاہیئے کہ اپنے استادوں کی تعظیم کریں۔ ان کی اطاعت کریں۔ توجہ سے تعلیم کی طرف دھیان دیویں +

آقا کو چاہیئے کہ اپنے ملازموں کا خیر اندیش ہو - کام کا بہت بوجھ ان پر نہ ڈالے - مناسب حق الخدمت اُن کو دیوے - جب بیمار ہوں تو تیمارداری کرے - اور ضروری تعطیلیں بھی اُنہیں دے +

ملازموں کو چاہیئے کہ اپنے آقا کی قدر و منزلت کریں - مناسب سے زیادہ حق الخدمت نہ مانگیں - خوشی اور شوق سے کام کریں - اور بلاوجہ اپنے آقا کی بدگوئی نہ کریں +

ہدایات بالا ہماری موجودہ سوشل حالت کے مقابلہ میں قدرے ابتدائی زمانہ کی سوشل حالت سے تعلق رکھتی ہیں - تاہم اب بھی وہ ہمارے بہت سے سوشل عارضوں کا علاج کم از کم افاقہ کا کام دے سکتی ہیں +

باب چہارم

سنگھا

ہر ایک متنفس سچے ارادہ اور ثابت قدمی سے مقصود یعنی الہی شانتی جسے نروان کہتے ہیں حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن دنیا دار سوشل اقتصادی خاندانی فرائض کے سبب سارا رستہ طے نہیں کر سکتے۔ بنظر سہولت بدھ نے ایک فرقہ برادری کی بنیاد ڈالی۔ جسے سنگھا کہتے ہیں۔ ہندوستان میں اُس زمانہ میں رسم ہوتی تھی۔ کہ فلسفہ اور دھرم سکھانے والے اُستاد اپنے پیرووں کا ایک محدود حلقہ بنا کر اپنی تعلیم کی اشاعت کرتے تھے۔ جیسا کہ یسوع نے بھی اپنے شاگردوں کا حلقہ بنایا تھا۔

یہ مذہبی برادری (سنگھا) راہبوں کے فرقہ کی مانند تھی لیکن بعض معاملات میں عیسائی مذہبی فرقوں سے یہ بہت مختلف ہے۔

بُدھ ازم میں پروہت = پادری = کاہن = نہیں ہوتے ٭

اہل سنگھا کا دنیاداروں پر کوئی تحکم نہیں۔ جب اُن سے پوچھو تو وہ صرف منت سمجھا دینگے۔ وہ معلم بھی ہوتے ہیں۔ اکثر مندروں میں یا کوئی اور نام اُن کے مسکنوں کو دیجیئے باضابطہ سکول ہوتے ہیں۔ بسا اوقات صرف یہی سکول ہوتے ہیں۔ اسی لئے بودھی ملکوں میں کوئی ہی شاذ ناخواندہ ہوتا ہے ٭

سنگھا میں نہ کوئی افسر نہ کوئی ماتحت ہے۔ اطاعت حکم کا جبر کسی پر نہیں۔ کیونکہ بدھ ازم کا منشا عقل و رضا کشی نہیں بلکہ ان کا استحکام اور آزادی ہے ٭

قدر آمیز اخ چلن والے پورانے اہالیان سنگھا بوجہ زیادہ تجربہ اور واقفیت کے کسی قدر تحکم رکھتے ہیں ٭

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدھ نے موت سے پیشتر اپنے سنگھا کا امام یا افسر مقرر کرنے سے انکار کر دیا تھا ٭

اُس نے اپنے شاگردوں کو صرف یہی کو اپنا رہنما سمجھنا یہ الفاظ بتایا تھا ٭

"تم خود اپنے رہنما بنو۔ تم خود اپنی پناہ لو۔ کسی اور کو اپنا ہادی یا پشت پناہ نہ ہونے دو"+

صرف نوآموزوں کو جب تک وہ نوآموز ہیں اپنے اُستادوں کی اطاعت کرنا ہے +

ارباب سنگھا تن آزاری۔ خود تعزیری۔ بے معنی نفس کشی جسمانی ایذا کی مشقیں نہ کریں۔ جو اُس زمانہ میں اور مذہبی فرقوں میں رائج تھیں۔ اور اب تک رائج ہیں۔ اُن کو صرف وہ ریاضتیں کرنی ہیں۔ جن سے منزل مراد تک پہنچنے میں امداد ملے۔ البتہ اُن کو پاک صاف زندگی بسر کرنی ہے۔ اور دنیوی عیش و عشرت سے اجتناب کرنا ہے +

ارباب برادری (سنگھا) سنسکرت میں بھکشو اور پالی زبان میں بھکو کہلاتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی گداگر ہیں۔ دنیا داروں کی بھکشا پر اُن کا گذارہ ہے۔ ان کو زر قبول کرنا منع ہے۔ پارچات لکا تا۔ اور اگر علیل ہوں تو دوا قبول کر سکتے ہیں +

دنیا داروں کو بتلایا گیا ہے کہ مندرجہ بالا اشیاء وہ ارباب سنگھا

کی پاک زندگی رکھنے والوں کو دیں +

محض عادت سے اصل بھبکھو نہیں بنتا۔ کتب مقدسہ میں ذکر آیا ہے۔ کہ گرہستی بھی بھبکھو زندگی بسر کرسکتا ہے۔ علیٰ ہذا جو شخص سنگھا میں شامل نہ ہو وہ بھی ہشتگانہ مسلک گرامی کی پیروی کرسکتا ہے جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہوگا +

"نہ گوشت مچھلی سے پرہیز کرنا۔ نہ ننگا رہنا۔ نہ بھدن کرانا۔ نہ تن آزاری۔ نہ بال والی کفنی پہننا۔ نہ کسی دیوتا کی استتی کرنا۔ ایسے شخص کو پوتر کرسکتے ہیں۔ جو دھوکے کے جال میں ہے" +

(یہ برہمنی رواجوں کی طرف اشارہ ہے) +

"جو کچھ منہ میں جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔ بلکہ جو منہ سے نکلتا ہے" +

(برتوں کی اور بعض ممنوع غذا کی طرف اشارہ ہے) +

"دنیا دار اور تارک مختلف نہیں۔ اگر وہ خود غرضی پر غالب آگئے ہیں۔ مگر جب کوئی بری خواہشوں کی زنجیر

میں پھنسا ہُوا ہے تو ظاہری نیکی کے نشان ہیچ ہیں"+

" اگر بدن پر زیور بھی ہوں ۔ تب بھی انسان دنیوی
رغبت کو مغلوب کر سکتا ہے ۔ اور تارک کی محض عادت
اُسے شہوانی خیالات سے محفوظ نہیں کرتی"+

اب ہم ارباب سنگھا اور دنیا داروں کے باہمی فرایض کی بابت
سگالو وادا سوتر سے جس کا پہلے ذکر آیا ہے ۔ چند اقتباسات کرتے ہیں:-

"دنیا دار کو چاہئے ۔ ارباب سنگھا کی تعظیم کرے ۔ بلکہ
مغایر مذہبی فرقوں کے ارباب کی بھی تعظیم کرے ۔ اور
اپنے خیالات وقول و فعل سے ان کی امداد کرے ۔ ارباب
سنگھا دنیا داروں کو بُرے کاموں سے روکیں ۔ ان کو
نیک کام کرنے کی تاکید کریں ۔ اُن کا آدر کریں ۔ سنت
کی تعلیم دیں ۔ اور اُن کی شنکنا ہٹائیں ۔ اور اُن کو
شانت کی راہ بتائیں"+

ہم اس واقعہ کی جانب توجہ دلاتے ہیں کہ تحریر بالا میں دیگر فرقوں
کے فقرا کی سہایتا کی بھی سفارش کی گئی ہے ۔ جب کوشالہ کے راجہ

پاسین آدمی بدھ کا پیرو ہؤا۔ پہلے وہ ایک اور گورو کا ششش تھا حالانکہ
یہ گورو خود اور اُس کے پیرو اُس کے مت کے سخت مخالف
تھے۔ تاہم بُدھ نے راجہ سے خاص طور سے کہا تھا۔ کہ اپنے سابقہ گورو
کے پیروں کی سہایتا بند نہ کرے +

بُدھ کو شروع میں تامل تھا۔ لیکن اپنی سوتیلی ماں پجاپتی اور
اپنے خاص الخاص شاگرد انندا کے اصرار پر اس نے عورتوں
(جوگنوں) کے لئے بھی سنگھا کی بنیاد ڈالنی منظور کر لی تھی۔ جس میں
پجاپتی اس سنگھا کی پہلی ممبر سے تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے +

اگر ارباب سنگھا کے دستور العمل کا ذکر کیا جاوے تو ہم بہت دور چلے
جاویں گے۔ یہ ہدایات تجربہ سے ثابت کر دیا ہے کہ منزل مراد
تک پہنچانے میں ممد ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن ان ہدایات کی پابندی
عمر بھر کے لئے نہیں۔ اگر کسی بھکشو کو محسوس ہو کہ وہ پوری پیروی
نہیں کر سکتا۔ یا وہ شامل ہونے سے پشیمان ہؤا ہے۔ تو اس کو کامل
اجازت ہے کہ وہ اپنی گرہستی زندگی اور کاروبار میں واپس آجائے
واپس آجانے سے اُس کی عزت میں ارباب سنگھا یا گرہستیوں کی نگاہ۔

میں فرق نہیں آتا +

بعض ملکوں میں مثلاً برما اور سیام میں ہر ایک شخص کے ایک مرتبہ سنگھا میں داخل ہونے کا رواج ہے ۔ حتیٰ کہ شہزادے بھی داخل ہو جاتے ہیں ۔ اور کچھ عرصہ تک وہ داخل رہتے ہیں تاکہ بھکو کی زندگی کی عادت ڈالیں ۔ اُس کی زندگی سے بخوبی واقف ہو جاویں ۔ اس طرح گویا وہ بھکشوؤں کی تعظیم و تکریم کرنی سیکھ جاویں +

بودھی سنگھا اس وقت تک موجود ہے ۔ اور دنیا کے سب سے قدیم فرقہ فقرا ہے +

نوٹ مترجم :- ہندو فقرا میں بعض ایسے فرقے ہیں جن میں داخل ہونے سے دیوانی موت ہو جاتی ہے ۔ قانوناً پھر وہ واپس نہیں ہو سکتے +

باب پنجم

بُدھ ازم کی حمایت میں

اس باب میں ہم بعض اعتراضوں اور تعصبوں کی تردید کریں گے جو بدھ ازم کے خلاف اکثر کئے جاتے ہیں +

ایک اعتراض جو بہت عام ہے یہ ہے کہ اس میں ناامیدی یعنی نراس ہے - درحقیقت اس میں نہ نراس ہے نہ آس ہے - ان دونوں باتوں سے یہ کنارہ کش ہے - اور سکھاتا ہے کہ سچ دونوں انتوں کے درمیان ہے - ہم ذکر کر آئے ہیں کہ منزل مراد پر پہنچنے کے واسطے سکون طبع کو بڑھانا چاہیئے +

منزل مراد کو پہنچنے کے واسطے "سات مدارج بیداری" ہیں - ان میں سے ایک درجہ بشاشت کا ہے +

باقی چھ مدارج یہ ہیں - روشن دماغی - تحقیق - ہمت - امان -

دھیان - فراردل +

"چار اعلےٰ دھیانوں" میں سے ایک دھیان خوش دلی سے کرنا ہوتا ہے - جس کا ہم آیندہ ذکر کریں گے - جو کچھ ہم نے ابھی کہا ہے - اس سے تو کوئی تراس معلوم نہیں ہوتا - ایسے مذہب میں تراس نسبتاً کم ہے جو کہتا ہے کہ اپنی ہمت سے دکھ کو ختم کر سکتے ہیں - بمقابلہ اس مذہب کے جس کی تعلیم یہ ہو کہ نجات کا حصر ایک خدا کی عنایت پر ہے - نیز یہ کہ معدودے چند اس نجات کیلئے منتخب ہوتے ہیں - باقی سب ہمیشہ کے لئے فنا فی السقر ہو جاتے ہیں +

فی الواقعہ ہم کو بودھی لوگوں کو دیکھنا ہی کافی ہے - مثلاً برما کے لوگ - ہمیں یقین آجائے گا کہ کچھ بھی تراس انہیں نہیں - بلکہ یہ لوگ خوش و خورم رہتے ہیں - مذہبی دیوہاروں پر مثلاً پورنماشیوں پر کسی کے دل میں یہ خیال کبھی نہیں ہوتا کہ وہ "بیکس گنہگار ہے" بلکہ ہر شخص شوروغل کئے بغیر بھی زندہ دل ہوتا ہے +

ایک اور طعن بدھ ازم پر یہ ہے کہ یہ ہمت کو مفلوج کر دیتا ہے - لوگوں کو کاہل کر دیتا ہے - کسی کو کوئی کام نہیں کرنا محض سوچ میں

پڑے رہنا ہے ؞

قطع نظر اس کے کہ گہرا دھیان کٹھن ہوتا ہے۔ بدھ ازم ثابت قدمی اور سرگرمی پہ بار بار زور دیتا ہے۔ سستی اور کاہلی کی مذمت کرتا ہے؞ اس کا بہترین ثبوت بعض لفظوں سے ملیگا۔ جن کا ہم کتب مقدسہ سے حوالہ دیتے ہیں :۔

"لہو و لعب۔ کاہلی۔ بے اعتدالی۔ بے چینی سے بڑھکر کونسی چیزیں بُرائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہمّت سے بڑھکر کونسی شے ہے جو اتنی آسانی سے بُرائی کو روکتی اور نیکی کی طرف لیجاتی ہے"؞

"سو برس کاہلی اور سُستی میں جینے سے ایک دن سرگرمی سے کام کرنا اچھا ہے"؞

"کاہلی آلودگی ہے"؞

"میری جھلیاں۔ کھلڑی۔ نسیں۔ اور ہڈیاں۔ ماس اور لہو سوکھ جائیں اور سڑ جائیں تو بہتر بجائے اس کے کہ جو کچھ ثابت قدمی اور کوشش سے مل سکتا ہے

اُس کے لئے اُدّم چھوڑ دوں" +

"سمی صحیح" کی بابت ذکر آچکا ہے کہ یہ ہشتگانہ مسلک گرامی کا ایک جزو ہے۔ اور اس کی توضیح سے جو کی گئی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم کو سدا اُپشا رکھ کرنا لازمی ہے۔ ہم ابھی دیکھ چکے ہیں۔ کہ "بیداری کے سات مدارج" میں سے ہمت ایک منزل ہے +

جب بُدھ سے سوال ہوا۔ کہ اُس کے شاگردوں کو پہلوان (مل) کیوں کہا جاتا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ

"کیونکہ وہ اعلےٰ صواب۔ اعلےٰ سعی اور اعلےٰ خرد مندی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں" +

جب شروع ہی میں بدھ پر کسی نے طعن کیا تھا کہ وہ بیکاری سکھاتا ہے۔ اُس نے جواب دیا تھا۔ کہ

"میں 'کروں' اور 'نہ کروں' دونوں سکھاتا ہوں" +

"بُرے افعال کا۔ بُرے کلام کا۔ بُرے خیالات کا دل میں رکھنے کا 'نہ کروں' سکھاتا ہوں" +

"اچھے کاموں کے کرنے۔ اچھے کلام اور اچھے خیالات

کا دل میں رکھنے کا 'کروں' سکھاتا ہوں۔ گویا میں
'کروں' اور 'نہ کروں' دونوں سکھاتا ہوں +
"ایک صواب بہبودی کا پیدا کرنے والا ہے۔ کونسا؟
"نیک کاموں میں ان تھک پرشار تھ کرنا" +

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بُدھ ازم میں کس قدر تاکید ہر مخلوق کے ساتھ حُب رکھنے کی کی گئی ہے۔ بُدھ ازم میں خصوصیت سے تنبیہہ کی گئی کہ دشمنوں سے نفرت نہ کرنی چاہیئے +

(سچ پوچھئے تو اسی قدر معقول مطالبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے حُب رکھنا ممکن ہے ہاں ہم اتنا تو کر سکتے ہیں۔ کہ اُن سے نفرت نہ کریں۔ اُن کی طرف بری نیت نہ رکھیں۔ انتقام کا خیال دل میں نہ آنے دیں) +

اب ہم بعض فقرات کتب سے نقل کرتے ہیں +

"اگر تمہیں کوئی ہاتھ۔ لکڑی۔ یا تلوار سے مارے۔ بدلہ لینے کا خیال دل میں نہ لانا چاہیئے۔ برعکس اس کے یوں سوچنا چاہیئے۔ میرے دل میں جوش نہ آئے۔ کوئی

بُری آواز میرے منہ سے نہ نکلے ۔ میری خواہش ہے
کہ میں مہربان اور رحمدل رہوں ۔ دل میں کینہ نہ
رکھوں"۔

"اگر رہزن بھی تمہارے اعضائے تیز آرے سے
جدا کر دے ۔ تو جو شخص غصّہ کو راہ دیتا ہے ۔ میری
مت کا پیرو نہیں"۔

"جیساکہ سب ستاروں کی روشنی چاند کی چاندنی کا
سولھواں حصہ نہیں ۔ اسی طرح سارے صواب کے
کام حُب اور نجاتِ دل کا سولھواں حصہ نہیں ۔ جیسے
صاف آسمان پر سورج اپنی روشنی سے ہر شئے کو منوّر
کرتا ہے ۔ اسی طرح حُب اور نجاتِ دل سب نیک
کاموں سے بڑھکر چمکتی ہے اور نور بخشتی ہے"۔

"حُب نجاتِ دل ہے"۔

"سب مخلوق خورسند رہیں"۔

"ہر جاندار ۔ ہر کہیں ہو ۔ قریب و بعید ۔ حاضر و غائب

امان وراحت پائیں - درد والم سے مبرّا ہوں"+

ہم دھیان کے ریاض کا ذکر کر آئے ہیں - جس کو کتب میں بہت وقعت دی گئی ہے - صفائی قلب کے لئے اُس کی ہر لحظہ تاکید کی گئی ہے - اس کو "چار بے انت اُتم دھیان" کہتے ہیں - یعنی بے پایاں محبوبیت +

"پہلے ایک سمت کو پھر دوسری سمت کو - پھر تیسری سمت کو - پھر چوتھی سمت کو - زیر و بالا - گرد و پیش سب کو پریمی دل سے آغوش میں لو - ہر چیز میں اپنے آپ کو پہچانو - ہر چیز سے یکجان ہو جاؤ - کسی جاندار چیز کو خارج نہ رہنے دو - غصہ اور نفرت سے اپنے تئیں پاک کر کے سارے جگت میں پریمی - پورے اور گہرے اور بے انت دل سے دھس جاؤ"+

اسی فقرہ کو دُہرایا جاتا ہے - مگر پریمی دل کی بجائے الفاظ دیالو دل - شادمان دل - (تاکہ شادمانی ہر جگہ پھیلے) اور دل با امان استعمال کئے جاتے ہیں +

ایک اور طعن بُدھ ازم پر ہے کہ یہ انانیت بڑھاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے دوسرے جنم کے بہتر بنانے کے لئے کار صواب کرتا ہے۔ اگر یہ وجہ محرک مان بھی لیجاوے تو در اصل کوئی عتاب نہیں۔ کیونکہ اس انانیت سے بھی وہ اوروں کا بھلا کرتا ہے۔ ہم اخلاق کے باب میں دیکھ چکے ہیں۔ کہ نیک کاموں کی کتنی مہما ہے۔ بفرض محال اگر یہ انانیت مان بھی لی جاوے۔ تو اُن لوگوں کی انانیت سے کمتر درجہ کی ہے۔ جو یقین کرتے ہیں کہ اُن کی روح کو نیک کاموں سے ثواب ابدی ملیگا بودھی لوگ یقین کرتے ہیں۔ کہ نیک کاموں کا اُن کو شخصی صلہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ نیک کاموں سے دوسرے جنم کی بہتری کے لئے تیاری کرتے ہیں جو ظہور میں آوے گا۔ حتیٰ کہ دوسرا جنم بھی سدا کے لئے نہیں۔ بلکہ محدود وقت کے لئے ہے +

نیز یہ صاف طور سے بتلایا گیا ہے۔ اگر نیک کام اپنے لئے نروان حاصل کرنے کی نیت سے کیا جاتا ہے۔ تو نروان حاصل نہیں ہوگا کیونکہ کامل عدم خود غرضی کی کیفیت خود غرضی سے حاصل نہیں ہو سکتی +

جیساکہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بدھ ازم کا مطالبہ صرف اخلاق ہی نہیں۔ بلکہ علم بھی ہے۔ گویا ہم مت کے اس لئے پیرو نہیں۔ کہ ہمارا یقین بدھ پر ہے یا عقیدوں پر۔ بلکہ ہمیں اپنے سوچ بچار کے بعد یقین ہو گیا ہے کہ مت کے اصول صحیح اور عالمگیر ہیں +

ہم دیکھ چکے ہیں کہ بارہ شکلہ سدھانت انحصار (لازم ملزوم) کے تذکرہ میں پہلے ہی حصہ میں اودیا یعنی بے علمی کا ذکر آتا ہے +

بدھ نے برہمنوں کو جو اپنی کتب مقدس وید پر اندھا یقین رکھتے ہیں۔ اندھوں کی قطار سے تشبیہہ دی تھی۔ جس میں نہ پہلا خود دیکھتا ہے۔ نہ اخیر کا خود دیکھتا ہے۔ نہ درمیان والے خود دیکھتے ہیں اور ونکا کہا وہ مان لیتے ہیں +

اُس مکالمہ میں جو قوم کالامنی کو خطاب کیا گیا تھا تحقیقات کرنے کے فرض کا اور اندھا یقین نہ کرنے کے بارہ میں ذکر آیا ہے +

ایک موقعہ پر کالاما کے باشندے بودھ کے پاس آئے اور

کہنے لگے۔ کئی برہمن کئی تارک الدنیا ہمارے پاس آتے ہیں۔ اپنے اپنے مت بیان کرتے ہیں۔ ہم کو شبہ ہو جاتا ہے کہ کس کی مت کو مانیں۔ اس پر بدھ نے یہ جواب دیا:۔

"یہ امر صحیح ہے کہ قدرتی طور پر آپ کو شبہے پیدا ہوں گے
کسی بات پر اندھا وشواس نہ کرنا چاہیئے۔ سماعی شہادت
پر فیصلہ نہ کرو۔ نہ روایتوں کو مانو۔ نہ محض کسی کے
کہے کو مانو۔ نہ کسی مقدس کتاب کی سند تسلیم کرو۔
نہ منطقی دلایل اور اُس کے نتیجوں کو مانوں۔ نہ محض
اپنے حواس کی شہادت کو کافی سمجھو۔ نہ قدیم رایوں
اور عقیدوں کو مانوں۔ ظاہری باتوں سے فیصلہ
نہ کرو نہ اس لئے یقین لاؤ۔ کہ فلاں تارک
یا فلاں واعظ نے ایسا کہا ہے۔ جب محسوس کرو
کہ یہ باتیں غلط ہیں یا قابل اعتراض ہیں۔ ان سے
تمہارے اور اوروں کے لئے درد و الم پیدا ہوگا۔
ان کو رد کرو۔ جو باتیں صحیح ہیں جو نا قابل اعتراض

ہیں۔ جن کے عملدرآمد سے نہیں اوراوروں کو
راحت وبہبودی ملے گی۔ ان کو اختیار کرو۔ اُن پر
عمل کرو" ؎

وفات سے کچھ عرصہ پہلے بدھ نے اپنے شاگردوں سے کہا:۔
"تم جو رائے رکھتے ہو۔ اس لئے ہے کہ تم میری ذات کی
تعظیم وتکریم واحترام کرتے ہو؟
جواب نہیں بھگوان ؎
تم نے اپنی رائے کو خود سمجھ لیا ہے ؎
جواب۔ ہاں بھگوان ؎

بدھ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب منزل مقصود حاصل ہو جاوے۔ تو
اُس کی مت سے رہائی حاصل کرنی چاہیئے۔ بودھی مت کو اُس نے
ایک تختہ سے تشبیہ دی ہے۔ جس کے ذریعہ سے دریا سے پار ہوتے
ہیں۔ اور جسے پار ہو کر ترک کر دیا جاتا ہے ؎

(یہ تشبیہ صحیح اور مناسب ہے۔ کیونکہ بدھ ازم میں نروان کو
دوسرا کنارہ کہا گیا ہے) ؎

ہر ملک و ہر مذہب میں معجزوں کا ذکر ہے - بُدھ ازم چونکہ خوض و فکر پر منحصر ہے معجزوں سے مبرا ہے - بُدھ نے اپنے شاگردوں کو معجزوں کی نمائشوں سے منع کیا ہے - چنانچہ معجزوں اور کراماتوں کے دکھلانے کی شیخی ملت سے خارج ہو جانے کی چار وجوہ میں سے ایک ہے - (باقی تین وجوہ اخراج از ملت کے قتل انسان چوری اور حرام کاری ہیں) +

ایک اور مشہور مکالمے میں اُس نے اپنے شاگردوں کو ستاروں کے مقام اُن کے پھلوں اور اثروں کے بیان کرنے سے متنبہ کیا ہے لوگوں کی قسمتیں بتانے سے بھی منع کیا ہے +

ایک مرتبہ بعض شاگردوں نے کہا کہ مت پر ایمان لانے کے لئے بعض لوگ کرامات دکھلانے کے خواستگار ہیں - بُدھ نے بدیں نمط جواب دیا :-

"یہاں مت بھی کرتب دکھلاتے ہیں - تشدید سے دکھلاتے ہیں - سب سے بڑی کرامت مت کی صحت کا قایل ہو کر اُس میں داخل ہونا ہے" +

ہم دیکھ چکے ہیں - کہ بدھ نے اپنا تعلیمی دور بدیں مضمون شروع کیا تھا:-

"سب کے لئے امر (غیر فانی) کے دروازے کھل گئے - جو گوش نیوش رکھتا ہے - آئے اور سُنے"+

مقالوں میں سے ایک مقالہ میں ذکر ہے - کہ بدھ نے کہا تھا:-

"تین چیزیں سارے جگت میں چمکتی ہیں - سورج - چاند اور میرا مت"+

ایک موقعہ پر اُس نے کہا ہے:-

"میری مٹھی اُس اُستاد کی مانند بند نہیں - جو ضروری اصول اپنے خاص شاگردوں ہی کو بتلاتا ہے:-

(یہ برہمنوں میں دستور تھا)+

پس بدھ ازم کے ساتھ کسی مخفی تعلیم کا منسوب کرنا - اور اُس کو مخفی بدھ ازم کے نام سے نامزد کرنا سراسر غلطی ہے جیسا کہ

زمانہ حال کے بعض مذاہب اور فلسفوں کے پیش کرنے میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً نِرواصفی +

افسوس ہے کہ بعض مذہبوں اور فلسفیوں کے سلسلوں کے الفاظ شل کرنا۔ نرواؔن کے ساتھ برہمنی یا عیسائی اور دیگر خیالات ملا دیئے جاتے ہیں +

خصوصاً معرفت اور مخفی کی آمیزش کرکے اس مُرکب کا نام انہوں نے "مخفی بدھ ازم" رکھ دیا ہے +

دراصل بُدھ ازم مخفی کے برعکس ہے۔ اس کی بنیاد ظاہر الوجود پر ہے۔ کراماتوں کو وہ رد کرتا ہے۔ مطلق اور سبب اولین کے تخیل سے علیحدہ رہتا ہے +

"مخفی بُدھ ازم" کی معرفت اور کراماتیں کئی لوگوں کے لیئے دل کش محسوس ہوئیں ہیں۔ دراصل اسی وجہ سے کئی لوگ اصلی بدھ ازم کی تحقیق سے رُک گئے ہیں +

Mr. Sennet سنٹ صاحب کی کتاب "مخفی بدھ ازم" Esoteric Buddhism کی نسبت ایک

انگریز عالم رس ڈیوڈس جو ممالک مغرب میں بدھ ازم کی غالباً
بہترین سند مانا جاتا ہے۔ یوں لکھتا ہے :۔

"یہ نام گمراہ کرنے والا ہے۔ اس کے مطالب
میں نہ کوئی بات مخفی کہی جاسکتی ہے، نہ اس میں
بُدھ ازم ہے۔ علاوہ ازیں "مخفی بُدھ ازم" کوئی
شے ہی نہیں"۔

بُدھ ازم پر ایک طعن یہ ہے۔ کہ وہ فرقہ اناث سے خصومت
رکھتا تھا۔ کیونکہ بُدھ نے عورتوں کو سنگھا میں شامل کرنے میں تامل
ظاہر کیا تھا۔ جب اپنی سوتیلی ماں بجاپتی اور اپنے خاص شاگرد
انند کی منتوں سماجتوں سے اس نے اجازت دیدی۔ توان کے
لئے قواعد بھی سخت بنائے ۔

جب ہم ہندوستان کے اُس زمانہ کی حالت پر غور کریں
(یہ ہی حالت برہمنوں میں اب بھی ہے) تووہ اُس کا تامل سمجھ میں
آسکتا ہے ۔

برعکس اس کے اس کی زندگی میں بہت سے واقعات ظہور

ہیں آئے - جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کی کتنی قدر و منزلت کرتا تھا - اُس نے خود بہت عورتوں کے نام لئے ہیں - جن کو وہ اپنے جلیل اور عالم شاگردوں میں گنتا تھا ۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ بودھوں کی کتب مقدسہ میں جہاں مردوں اور عورتوں کا یکجا ذکر آتا ہے - تو عورتیں مردوں سے پہلے مذکور ہیں - مثلاً ماں باپ کہا جاتا ہے - نہ کہ باپ ماں - اور اس وقت جو عورتوں کی اقتصادی اور سوشیل حالت بودھی ملکوں میں ہے - دیگر ایشیائی ملکوں سے بلکہ بعض مغربی ملکوں سے بھی بہتر ہے - مثلاً برما میں عورت کی حیثیت مرد کے ساتھ ہم پایہ ہے - اور اُسے بعض ایسے حقوق حاصل ہیں جو اُن کی یورپی بہنیں یورپ میں حاصل کرنے کی ہنوز کوشش کر رہی ہیں ۔

ہم ذکر کر آئے ہیں - کہ بُدھ کے زمانہ میں مذہبی اور فلسفی رایوں کی اشاعت کے لئے کمال درجہ کی رواداری اور برداشت تھی - اس وقت تک بُدھ ازم نے یہی وطیرہ قایم رکھا ہے - ۲۵۰۰ سال کے عرصہ میں ایک شخص پر بھی تبدیل مذہب کا جبر نہیں ہوا

اور نہ مت کے پھیلانے میں ایک قطرہ خون کا بہا ہے۔ تس پر بھی بدھ ازم تبلیغی (یعنی مشنری) مذہب ہے۔ وسطی ایشیا اور مشرقی ایشیا میں جلدی پھیل گیا تھا۔ مغل اور تاتار جیسی وحشی قوموں کی عادات بھی اس نے بدل دی تھیں ۔

۲۵۰ ق م جب طاقتور شہنشاہ اشوک نے یہ مت اختیار کیا۔ حکومت کا یہی مذہب ہو گیا۔ مذہبی برداشت و تحمل کا اس حد تک اتنا زیادہ اطلاق ہوا۔ کہ ہمیں تہذیب حال کے زمانہ میں وہ فسانے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس بات کے ثبوت کامل ہمیں اُن تحریروں سے ملتے ہیں جو اُس نے چٹانوں اور پتھر کے ستونوں پر اپنی ساری وسیع سلطنت میں کندہ کرائے تھے۔ ان میں سے ایک کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یعنی وہ تحریر جو اُس نے بدھ کی جنم بھومی پر نصب کی تھی ۔

ان احکام میں سے جو پتھروں پر کندہ ہیں ہم ایسا مختصر اقتباس کریں گے۔ جس سے مطلب واضح ہو جانے کے علاوہ اس شہنشاہ کی خصلت ظاہر ہو گی ۔

دکھا جاتا ہے کہ جبدھ مت اختیار کرنے سے پہلے اس شہنشاہ کی ظالم اور خونخوار ہونے کی شہرت تھی) +

"اپنی مملکت اور اپنے ہمسایوں میں بسنے انسانوں
اور پشوؤں کے لئے معالجہ کے انتظام کئے ہیں۔
جہاں طبی بوٹیاں نہ ہوتی تھیں۔ میں نے باہر سے
منگوا کر لگوائیں ہیں۔ جو انسانوں اور پشوؤں کے
لئے مفید ہیں۔ سڑکوں پر میں نے کنوئیں کھدوائے
ہیں۔ اور اُن کے لئے آرام گاہیں بنوادی ہیں۔
میری مملکت میں اہلکار ہر پانچویں سال دورہ پر
جاویں۔ اور علاوہ اور کام کے نفوہی کا پرچار
کریں۔ یعنی

"ماں باپ کی اطاعت۔ دوستوں۔ واقفوں۔
رشتہ داروں۔ برہمنوں اور تارکوں کے ساتھ
سخاوت کا برتاؤ کار صواب ہے"+

"جاندار کے مارنے سے اجتناب کار صواب ہے"

"کم خرچی اور کم جمع کرنا کارِ صواب ہے"۔

"سرکاری کام میں کچھ عرصہ سے تاخیر ہو گئی ہے۔ اب میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ خواہ میں کھانا کھا رہا ہوں۔ زنان خانہ میں ہوں یا سونے کے کمرہ میں۔ یا اپنے کمرہ میں ہوں۔ یا گاڑی پر سوار ہوں یا محلات کے باغ میں ہوں۔ سرکاری رپورٹروں کو چاہئے۔ کہ رعایا کا کام پیش کریں۔ اور میں ہر جگہ رعایا کا کام کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی ذاتی کوشش اور کاربراری پر پورا اطمینان نہیں ہے سب لوگوں کی بھلائی کے لئے مجھے کام کرنا چاہئے اس کی بیخ کام کرنے اور کاربراری کوشش میں ہے۔ اور میں اپنے ادھم کو انجام کو پہنچاؤں گا سب جانداروں کا دین ادا کرونگا تاکہ وہ سب خورسند ہوں"۔

"حضور پنجاب کی خواہش ہے کہ ہر جگہ ہر قسم کے

لوگ بسیں وہ سب خواہشوں کو محکوم کرنا اور صفائی قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انسان اپنی اپنی خواہشیں اور میلان مختلف رکھتے ہیں۔ بعضے جزواً اور بعضے کلاً احکام کی تعمیل کریں گے"۔

"جس شخص کیلئے فرط سخاوت ناممکن ہے تاہم حواسوں پر قابو پانا صفائی قلب احسان مندی مستقل مزاجی کے صواب اُس پر لابدی ہیں"۔

"میرے اہلکار ناجائز قبضہ کو روکیں گے۔ رکاوٹیں رفع کریں گے۔ غربا۔ ضعیف العمر۔ بڑے کنبہ والے لوگوں کو امداد دیں گے۔ ہر شخص کی عزت کا لحاظ ہوگا خواہ وہ غریب ہو یا مفلوک الحال ہو۔ نوکر ہو یا غلام بھی ہو"۔

"پیشتر شاہی باورچی خانہ میں سینکڑوں جانور ذبح ہوتے تھے۔ اب ہر روز صرف تین جانور ذبح ہوتے ہیں۔ آئیندہ یہ تین جانور بھی ذبح نہیں

ہوُا کریں گے۔ میری مملکت میں قربانی کے لئے کوئی جانور ذبح نہ ہوُا کرے گا"۔

"لوگ قسم قسم کی رسمیات مختلف اوقات پر کرتے ہیں۔ مثلاً بیماری کے موقعہ پر۔ سفر کے موقعہ پر بہت سی ان میں سے خفیف اور نکمی ہیں۔ رسمیات تو ضرور کرنی ہوتی ہیں۔ گو متذکرہ بالا رسوم کا کم ہی پھل ملتا ہے۔ ذیل کی رسمیات کا پھل بہت اچھا ہے۔ ملازموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اُستادوں کی عزّت۔ جانداروں کی طرف نظر التفات"۔

"حضور اینجانب ظاہری تعظیم یا دان کی چنداں پروا نہیں کرتے ۔ ہر فرقہ میں نفس معاملہ کے اسباب کی ترقّی چاہیئے ۔ اس کی کئی شکلیں ہیں۔ لیکن سب کی جڑ ضبط کلام ہے۔ بلا کسی وجہ کے اپنے فرقہ کی توصیف یا دوسروں کے فرقے کی خدمت نہیں [illegible] چاہیئے

کیونکہ دوسروں کے فرقہ کی عزت اپنے فرقہ کی عزت
کرتا ہے۔ اسطرح دوسروں کے فرقے کی بھی خدمت
ہوجاتی ہے"۔

"کلنگوں کو حضور اینجانب نے مفتوح کیا۔ ایک لاکھ
پچاس ہزار اسیر ہوئے۔ ایک لاکھ قتل کیے گئے۔
اور اس سے کئی گنے تباہ ہوئے۔ بعد الحاق کلنگہ
کے بعد حضور والا کا قانون تقدس سے اُنس ہو گیا۔
اور کلنگوں کو مفتوح کرنے کی پشیمانی پیدا ہوئی —
کیونکہ فتح ملک سے کشت و خون ہوتا ہے بہت
لوگ اسیر ہوتے ہیں۔ حضور والا کو اس کا سخت افسوس
اور پشیمانی ہے"۔

"اگر حضور اینجانب کو کوئی شخص دکھ پہنچائے۔ تو
اگر وہ اُٹھا سکتے ہیں۔ تو اُن کو برداشت کرنا ہوگا۔
کیونکہ حضور اینجانب کی خواہش ہے کہ ہر ایک کو
حفاظت ملے۔ ہر ایک شخص ضبطِ نفس۔ امانِ دل۔

اور بشاشت حاصل کرے"۔

"حضور اینجانب کی رائے میں سب سے بڑی فتح بذریعہ قانون تقویٰ کی ہے۔ اور ایسی فتح سے انبساط حاصل ہوتی ہے"۔

(مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلس کہتے ہیں۔ کہ دنیا کی فرمانرواؤں میں سے صرف اشوک ہی ایک ہے جس نے فتح کے بعد جنگجوئی بند کر دی تھی)۔

"سب لوگ میرے بچے ہیں۔ جیسا کہ میں اپنے بچوں کی خوشی اور بہبودی چاہتا ہوں۔ ویسے ہی رعایا کی بھی چاہتا ہوں"۔

اسی قسم کے اور فرمانوں کا بھی حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ جتنے ہم نے درج کئے ہیں کافی طور پر بدھ ازم کا مزاج اور اس کے نتائج ظاہر کرتے ہیں۔ بقول شخصے "اُن کے پھلوں سے اُن کو جانوں"۔

نہ صرف اخلاق کا بلکہ خوبصورت پسندی کا بھی بدھ ازم سے

مفید اثر پڑا ہے۔ جن جن ملکوں میں بدھ ازم پہنچا ہے۔ وہاں ایک خاص طرز کا ہنر و فن پیدا ہو گیا ہے۔ جو درجہ کمال کو پہنچا ہے ٭

یہاں پر اس کا مفصل ذکر کرنا محال ہے۔ اس کے لئے ایک کتاب درکار ہے۔ ہم اس کا ضمناً ذکر کرتے ہوئے اتنا ضرور کہیں گے۔ کہ جو عالیشان عمارات اور یادگاریں جو بودھی ملکوں میں موجود ہیں قابل تحسین ہیں ٭

یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ بدھ ازم کس درجہ تک جور و جبر سے متنفر ہے۔ اور آزادی کا قدرشناس ہے۔ حتیٰ کہ سنگھا میں بھی جس کی بنیاد بدھ نے ڈالی تھی کوئی پرن (اقرار) اطاعت کا بیان نہیں کیا جاتا۔ بدھ ازم کا مقصد انسان کو روحانی جسمانی مذہبی۔ سوشیل پیکیڑیوں اور بندھنوں سے آزاد کرنے کا ہے۔ بودھی لوگ ہمسایوں کی پالیٹکس یا مذہب پر اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اڈون آرنلڈ اپنی خوبصورت نظم موسوم .Light of Asia لائٹ اوف ایشیا میں بدھ ازم کی

بدیں الفاظ تعریف کرتے ہیں :۔

"بدھ ازم انسانی آزادی کا سب سے بڑا لاثانی اور عظیم الشان ظہور ہے"۔

اور مذہبوں سے جو فرق بدھ ازم میں ہیں۔ کتاب بدھ ہسٹ کیٹی کزم مصنفہ سو بھدر ابھکشو و مترجمہ راقم سطور میں بدیں نمط بیان کئے گئے ہیں :۔

"بدھ ازم امور ذیل کی بابت یوں تعلیم دیتا ہے۔ کامل نکوئی اور خرد مندی بغیر ذاتی خدا کے الہام کے بغیر بالاترین علم کے۔ اخلاقی نظام عالم۔ قوانین قدرت کے اور اپنی ہستی کے مطابق از روئے انصاف افعال کا اجر۔ تسلسل حیات بغیر لافانی روح کے۔ شفاعت بغیر کسی عوضی نجات دہندہ کے۔ نجات جس میں انسان خود اپنا ناجی ہے۔ اور جو اس زمین پر دوران حیات اپنے قوا کے استعمال سے بدوں دعاؤں۔ قربانیوں۔ نفس کشتیوں اور رسمیات کے اور بدوں پروہتوں کے

بدوں اولیا کے بغیر مراقبوں کے اور بدوں عنایت
الٰہی کے حاصل ہو سکتی ہے +

اس میں بھی اکثر اوقات اختلاف ہے - کہ آیا بدھ ازم ایک مذہب ہے یا ایک فلسفہ ہے - اس کا جواب لفظ مذہب کے معنی پر منحصر ہے - اگر اس کے معنی عیسائیوں کے محدود خیال کے مطابق یعنی خدا اور بے نبوت عقیدہ پرستی کے لئے جاویں یا لفظی معنی لئے جاویں یعنی خدا سے وابستہ ہونا تو بدھ ازم مذہب نہیں کہا جا سکتا +

اور اگر مذہب سے مراد ایک مت سے ہے - جو ہردے اور من کو (دل و دماغ) کو اطمینان دیتا ہے - جو ہر حالات زندگی میں تشفی اور معاونت دیتا ہے - تب لا کلام بدھ ازم ایک مذہب ہے جیسا کہ اس کے بے شمار پیرو ماضی و حال شاہد ہیں - لیکن بدھ ازم فلسفہ بھی ہے - کیونکہ یہ اندھی عقیدت مندی طلب نہیں کرتا - بلکہ ذاتی تحقیقات امتحان اور ان کے نتیجہ پر محکم اعتقاد چاہتا ہے +
دنیا کے واقعات کے قدرتی قوانین سے نہ کہ کسی خدا یا مخفی قوتوں کے مزید یا بالائی توسط سے توجیہ کرتا ہے +

ڈگاسپیل اوف بدھ میں پال کیرس بدھ ازم کو بیداری
کے ذریعہ بدی سے نجات دینے والا مذہب" کہتا ہے) +

میں یقین کرتا ہوں ۔ کہ اصلی بدھ ازم کا یہ بیان گو مختصر اور
اسی لئے نامکمل ہے ثابت کرتا ہے ۔ کہ ہم بہت کچھ اس سے
سیکھ سکتے ہیں ۔ اور اس میں اس وقت تک ایک زندہ قوت ہے
جس سے ہم اپنے کئی سوالات کو جو ہمیں سوشیل اور پولیٹیکل معاملات
میں ستا رہے ہیں ۔ حل کر سکتے ہیں ۔ یہ مت ہمارے سائنٹفک اور
اور اعتدال سے بڑھے ہوئے مادہ پرست خیالات کی حقیقی تکمیل
ہے مگر محض سائنٹفک نکتہ خیال ہمارے دلوں کو تشفی نہیں دے
سکتا ۔ وہ نہ اخلاقی ہے نہ غیر اخلاقی ۔ بدھ ازم فلسفہ و
مذہب کی تاریخ سے علاقہ رکھتا ہے ۔ میری رائے میں ہماری عام
تربیت کی تکمیل کے لئے ہمارے اسکولوں میں بھی سکھایا جانا چاہئے +

ضمیمہ از مترجم

(۱) کتب مقدسہ

مسٹر سٹراس نے تین ٹوکریوں کا ذکر کیا ہے جو ترپٹکا کہلاتی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:-

(الف) سُتّا پٹکا

اس کے پانچ حصے ہیں:-

(۱)۔ دیگا نکایا جو ۳۴ سوتوں کا مجموعہ ہے +

(۲)۔ مجھیما نکایا۔ ۱۲۵ سوتوں کا مجموعہ ہے جو مختصر عبارت میں درج کیے گئے ہیں

(۳)۔ سمیتیا نکایا اس کے معنی کتب باہم متعلقہ کے ہیں +

(۴)۔ انگترا نکایا۔ اس کا سلسلہ اس طرح سے ہے کہ ایک ایک جزو ایک ایک باب کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے +

(۵)۔ کھدکا نکایا۔ اس میں ۱۵ مختصر رسالے درج کیے گئے ہیں۔ بعض نظم بعض نثر۔ انہیں میں دھم پاد جو نہایت عمدہ نظم ہے۔ شامل ہے انہیں میں اُدانا بھی شامل ہے۔ جو خود بدھ کے واک سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں میں اتی وتی کا بھی شامل ہے یعنی جو جملے بدھ کی زبان سے نکلے تھے۔ باقی اس سے مختلف مضامین یہ ہیں مثلاً سابق بدھوں کے حال۔ بدھ کی سابقہ زندگی کے حال وغیرہ وغیرہ

(ب) ونایا پٹکا

جن میں پاپوں کی سزاؤں کا ذکر ہے +

بھکشو اور بھکشنیوں کیلئے ہدایت ہیں۔ اس کے پانچ باب حسب ذیل ہیں:۔
پتی موکھ[1] ۔ مہا واگا[2] ۔ کل واگا[3] ۔ سوتت بھنگا[4] ۔ پری وارا[5] +

(ج) ابیدھما پتکا

اس میں سات کتابیں ہیں جن میں مختلف دنیاؤں کے حالات نیستی ۔ مباحثے مناظرے ذاتی قابلیت ۔ عناصر ۔ اخلاقی مضامین ۔ حیات انسانی کے وجوہ بارے میں ذکر آتا ہے حسب ذیل ہے
دھما سانگنی[1] ۔ وبھنگا[2] ۔ کتھاوتھو[3] ۔ پگلا پنیاتی[4] ۔ دھاتو کتھا[5] ۔ یامکا[6] ۔ پٹھانا[7] +

بدھ کی وفات کے تھوڑی دیر بعد اسکے شاگرد رشیہ کشیپ نے راج گرہ میں ایک مجلس بھکشوؤں کی جمع کی تاکہ کتب مقدسہ تصدیق ہوں اور انکی ترتیب ہو جاوے چنانچہ انندا نے جو بدھ کا چچازاد بھائی اور پیارا شاگرد تھا سوتر جو اسے نوک زبان یاد تھے سنائے ۔ اپالی حجام نے جو قواعد ملت سے بخوبی آگاہ اور ماہر تھا ونایا سنایا ۔ ابیدھما اس مجلس میں نہیں سنایا گیا کیونکہ اس میں معقولات کے رسالے تھے ۔ اس مجلس کے بعد کئی مجلسیں ایک صدی کے بعد بھی ہوئیں ہیں ۔ ان میں فروعات جن میں اختلاف رائے تھا طے کی گئیں (بدھ ازم مصنفہ پروفیسر رس ڈیوڈس ۔ ولیکچر پروفیسر لیوی ۱۹۰۰ء پیرس) +

(۲) روح کی شخصیت

مسٹر سٹراس نے جنوبی بدھ ازم کے اصول بیان کئے ہیں ۔ انہیں کو وہ مستند تصور کرتا ہے واضح ہو کہ بدھ ازم کے دو مشہور فرقے ہیں ۔ ایک فرقہ مہایان آتا ہے جس نے اپنا فرقہ اس خود توصیفی نام سے موسوم کیا ۔ اس کے معنی ہیچ کلاں یا سواری اعظم اور دوسرے فرقہ کا نام ہیچ خورد یا سواری اصغر کہا یعنی ہینہ آنا ۔ فرقہ اول الذکر نے شمالی ہند میں نشو ونما پایا اور آخر الذکر نے جنوبی ہند میں ۔ فرقہ اول الذکر دیدانت کی چاشنی لئے ہوئے ہے ۔ ان ہر دو فرقوں کے ذیلی فرقے اور بہت بن گئے ۔ مثلاً

سروستن وادن مہاں سنگہ کا۔ لونتروادن۔ جینتا وادن۔ تہراوادا وغیرہ وغیرہ +
کلکتہ یونیورسٹی کے لکچرار بدھ ازم کے فرقوں کے متعلق بعد تحقیقات وسیع کے عالمانہ رسالے شایع کر رہے ہیں۔ ان میں سے جاپانی لکچرار پروفیسر کیومارا نے ۱۹۲۱ء میں ایک رسالہ موسوم "بدھ ازم کیا ہے" شایع کیا تھا۔ وہ یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتا ہے کہ بدھ کا مسلہ نروان وہی موکش ہے جو ہندو اپنشد بتلاتے ہیں یعنی روح انسان کا پرم آتما کے روح کے ساتھ وصال پانا +

مسٹر داس گپتا نے نیپلز کے انٹرنیشنل فلاسفک کانفرنس میں ایک کاغذ پڑھا تھا اس میں وہ بدھ ازم کے دو فرقوں کا ذکر کرتا ہے ایک وت سی پترا دوسرا سن تیا یہ دونوں فرقے یقین کرتے ہیں کہ ایک شخصیت جسے وہ پدگالا کے لفظ سے اطلاق کرتے ہیں بعد وفات رہتی ہے جو دوبارہ جنم میں ظہور پذیر ہوتی ہے اُس کی وہی نسبت ہے جو آگ کو لکڑی کے کندہ کے ساتھ ہے۔ (ماڈرن ریویو ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۵۴۔ تاریخ فلسفہ جلد اول صفحہ ۱۱۹ مصنفہ داس گپتا) مسٹر داس گپتا اپنی کتاب تاریخ فلسفہ ہنود میں لکھتے ہیں کہ مقصود آخری مہایانا والہ کا اپنی ذات کیلئے نروان حاصل کرنیکا ہے۔ مہایانا والہ نہ صرف اپنا نروان چاہتا ہے بلکہ سب جینیوں کیلئے چاہتا ہے +
(جلد اول صفحہ ۱۲۶)

(۳) بدھ کا سور کا گوشت کھانا

مترجموں نے ایک مہایانی نسخے جس کا نام "شکر مردو" ہے۔ سور کا گوشت کیا ہے۔ یہ ترجمہ بقول علما حال غلط ہے یہ ایک قسم کی کھمبی تھی جسے بریلی میں گوبر چھتا۔ بنارس وغیرہ میں کرمٹا۔ روہیلکھنڈ میں بلی کو ٹن کہتے ہیں۔ ہندوؤں کی اعلیٰ ذاتیں اس کو نہیں کھاتی ہیں صرف شودر لوگ کھاتے ہیں (مہابودھی جرنل مئی سنہ ۱۹۱۰ء۔ سوال جواب بدھ ازم از سو بھدرا بھکشو صفحہ ۴۳) حال کے ترجموں میں اب لفظ شکر مردو کا ترجمہ ایک نباتات کیا گیا ہے
(مترجم)

بدھ کا مقام پیدایش

وزیر اعظم ریاست نیپال کی دعوت پر جاپانی پروفیسر سکاکی (پروفیسر امپیریل یونیورسٹی کا ٹوکیو) دسمبر گذشتہ میں نیپال وارد ہوئے۔ انکی بہت آؤ بھگت ہوئی۔ نیپالی بدھوں کے گورو نے اُن سے کہا کہ ریاست کو جتلائیں کہ بھگوان بدھ کا زاد بوم ریاست کے حدود میں ہے۔ اوسکی سڑک جو نہایت خستہ ہے بلکہ دشوار گذار ہے اُس کو درست کرایا جاوے۔ پروفیسر صاحب نے درستی سڑک پر جو دو لاکھ خرچ ہونیکا بار پیش کیا۔ دربار نے ہنوز کوئی حکم صادر نہیں کیا کہ یہ رقم لی جاوے گی یا نہیں۔ علاوہ ازیں پروفیسر صاحب نے یہ بھی عرض کی کہ وہ دار الخلافہ میں ایک بودھی اسکول اور ایک کتب خانہ کا خرچ برداشت کرینگے۔ ریاست نے یہ امداد منظور نہیں فرمائی۔ دراصل لمبینی کا جنگل جہاں بدھ بھگوان کی پیدایش ہوئی ہے دشوار گذار ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ ریاست سڑک کو درست کرا دے گی۔ اور ایک آرام گاہ بھی بنوا دے گی۔ غالباً بودھی سکول بھی بنوا دے گا۔ پروفیسر صاحب نے سرکاری کتب خانہ میں بہت بودھی مت کی قلمی کتابیں دیکھیں جو تبتی۔ چینی۔ جاپانی حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔ پروفیسر صاحب نے کئی مقامات سے ۲۵۰ قلمی نسخے حاصل کئے جو وہ وطن کو لے جاویں گے۔ وہاں کے لوگوں نے بدھ اور بودھ ستوا کی ۱۵ روغنی تصویریں پروفیسر صاحب کو نذر کیں۔ جو انہوں نے بہ اجازت دربار قبول فرمائیں۔

(منقول از بدھسٹ کرانیکل سیلون ۱۹۲۴ء
ملاپ ۱۰ مئی ۱۹۲۴ء از شمیم)

بودھی غار

کارلی۔ بمبئی کے جنوب میں ۱۰۰ میل کے فاصلہ سے ہیں۔ ایسے غار ہیں۔ کہ انسان کے بنائے ہوئے معلوم نہیں ہوتے +

الورا۔ یہ سلسلہ نظام حیدر آباد کی ریاست میں دولت آباد کے قریب ہے۔ ایک ڈاک بنگلہ بھی قریب ہے۔ یہاں بودھی غار سب سے پہلے ہیں پھر جینی اور ہندو غار جسے کیلاس کہتے ہیں یہ سب حیرت انگیز غار ہیں دیکھنے سے تعلق ہے قلم بیان نہیں کرسکتا۔ دنیا کی کوئی عمارت ان کی برابری نہیں کرسکتی۔ ایک غار اندر سبھا کے نام سے بھی ہے کپتان سیلی کا "عجائبات الورا" قابل مطالعہ ہے +

اجنٹا۔ یہ غار حیدر آباد کی ریاست میں ہیں۔ ان میں دیواروں پر تصاویر بھی ہیں جو عجوبہ روزگار ہیں۔ نقاشی کے نایاب نمونے ہیں۔ ان کے عکس لئے گئے ہیں۔ قدرے مرمت بھی ہوئی ہے +

ناسک۔ شہر ناسک سے تھوڑی دور یہ غار ہیں۔ ان کے ساتھ جینی غار بھی ہیں +

کنہری۔ بوریولی اسٹیشن بڑودہ سنٹرل ریلوے سے پانچ میل پر یہ غار ہیں۔ ایک سیاح نے "الوریحان" کے نام سے ماڈرن ریویو جنوری ۱۹۲۴ء میں ان کا مفصل حال لکھا ہے۔ یہاں ایک تحریر پنگیین پہلوی زبان میں ۱۰۰۹ء کی پائی گئی ہے۔ ایک غار کو ایک پادری نے گرجا بنا لیا تھا +

آجکل یہ سارے غار "منجملہ اسباب ویرانی" ہیں۔ اگر بودھ مت ہندوستان میں تازہ ہوا۔ تو ان کی وقعت تازہ ہوگی ورنہ صنادیار رہیں گے +

مضمون نسیم

("ملاپ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء و ۱۲ جنوری ۱۹۲۴ء")

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ سوہنی رام مینجر چھپی